ہم پر نبی کریم ﷺ کے حقوق

از قلم:
حافظ حامد محمود الخضری

تصحیح و اضافہ
منیر احمد الوقار

تقدیم
فضیلۃ الشیخ مبشر احمد ربانی

اسلامی اکادمی
الفضل مارکیٹ، اردو بازار، لاہور

ہم پر

نبی کریم ﷺ کے حقوق

ازقلم:

حافظ حامد محمود الخضری

تصحیح و اضافہ

منیر احمد الوقار

تقدیم

فضیلۃ الشیخ مبشر احمد ربانی

اسلامی اکادمی

۱۷، الفضل مارکیٹ

اردو بازار، لاہور

نام کتاب	ہم پر نبی کریم ﷺ کے حقوق
تالیف	حافظ حامد محمود الخضری
تصحیح و اضافہ	منیر احمد الوقار
تقدیم	فضیلۃ الشیخ مبشر احمد ربانی
اہتمام	محمد رمضان محمدی، محمد سلیم جلالی

ناشر اسلامی اکادمی 17 الفضل مارکیٹ اردو بازار لاہور

DAR-US-SALAM
486 ATLANTIC AVE, BROOKLYN, NY 11217
TEL(718) 625-5925 FAX:(718) 625-1511
E-MAIL: DARUSSALAMNY@HOTMAIL.COM
Web Site: WWW.DARUSSALAMNY.COM

فہرست عنوانات

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

تقدیم

اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعَالَمِيْنَ وَالصَّلَاةُ وَالسَّلَامُ عَلٰى سَيِّدِ الْأَنْبِيَآءِ وَالْمُرْسَلِيْنَ وَبَعْدُ!

ایمان بالرسول عقائد اسلامیہ میں توحید باری تعالیٰ کے بعد اہم ترین رکن ہے۔ اور اس کے بغیر کوئی شخص حلقہ اسلام میں داخل نہیں ہوسکتا۔ انبیاء و رسل علیہم السلام کے سلسلۃ الذہب کی آخری کڑی سیدنا محمد ﷺ ہیں۔ آپ کے ساتھ نسبت رکھنے والا ہر فرد اپنے اپنے انداز میں محبت کا اظہار کرتا ہے، لیکن ایمان بالرسول کے کچھ تقاضے ہیں، جنہیں اکثر لوگ مدنظر نہیں رکھتے۔ ہمارے ذمے جس طرح حقوق اللہ کی پاسداری کرنا ہے، اسی طرح حقوق الرسول ﷺ کا لحاظ بھی انتہائی لازمی اور ضروری ہے۔

زیر نظر رسالہ میں ہماری جماعت کے جید عالم اور مرکز ام القریٰ اہل الحدیث کے مدیر الامتحانات والتعلیم حافظ حامد محمود صاحب الخضری حفظہ اللہ نے بڑی عرق ریزی اور تندہی سے اس مضمون پر قلم اٹھایا ہے اور اختصار کو ملحوظ خاطر رکھتے ہوئے رسول معظم، شفیع مکرم امام اعظم ﷺ کے دس حقوق کو صفحہ قرطاس پر منتقل کردیا ہے۔ اور اس ضمن میں آیات بینات اور احادیث صحاح وحسان اور جیاد کو احسن پیرائے میں جمع کردیا ہے۔ یہ بنیادی طور پر ان کا ایک خطبہ جمعہ ہے، جس میں حک و اضافہ کرکے کتابی صورت میں جمع کیا ہے۔ اللہ اس کتاب کے مؤلف، ناشر اور تمام قارئین کو رسول اللہ ﷺ کی سچی محبت نصیب فرمائے۔ اور عملاً مسلم بننے کی توفیق بخشے۔ آمین۔

ابوالحسن مبشر احمد ربانی عفا اللہ عنہ

رئیس مرکز ام القریٰ، ۲۶۶ جی بلاک، سبزہ زار، لاہور

بسم اللہ الرحمن الرحیم

پیش لفظ

یہ رسالہ اصل میں حضرت حافظ حامد محمود الخضری مدیر التعلیم والامتحانات مرکز اُم القری اہلحدیث لاہور کا خطبہ جمعۃ المبارک ہے جو انہوں نے جامع مسجد ریاض الجنۃ فیصل کالونی لاہور میں ارشاد فرمایا: یہ 14 صفحات پر مشتمل خطبہ تھا جسے مزید اضافہ جات کے ساتھ راقم الحروف نے حضرت حافظ صاحب کو پیش کیا تو انہوں نے بنظر تحسین اسے سراہا، وہی خطبہ جمعۃ المبارک ایک رسالہ کی شکل میں آپ کے ہاتھوں میں ہے۔ اس میں کلمہَ اسلام کے دوسرے جزء محمد رسول اللہ ﷺ کی تفصیل ذکر کی گئی ہے، قارئین سے التماس ہے کہ راقم اور حضرت حافظ حامد محمود الخضری صاحب کو دعاؤں میں یاد رکھیں۔ اس میں اگر کوئی خوبی ہے تو اللہ کی طرف سے اور اگر کوئی خامی ہے تو ہماری یا شیطان کی طرف سے ہے کیونکہ انسان محل الخطاء والنسیان ہے۔

والسلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہٗ

منیر احمد الوقار

استاذ الحدیث جامعہ اُم حبیبہ/ لاہور

حسب ارشاد حافظ حامد محمود الخضری صاحب

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

مقدمہ مؤلف

الحمد لله رب العالمين والصلاه والسلام على سيد الأنبياء و المرسلين أمابعد!

زیرنظر رسالہ دراصل راقم کا خطبہ جمعۃ المبارک تھا جو مورخۃ 30/4/2004 کو جامع مسجد ریاض الجنۃ فیصل کالونی لاہور میں دیا گیا، انتہائی قابلِ احترام بھائی عبدالخالق صاحب کی بڑی خواہش تھی کہ یہ رسالہ کی شکل میں مطبوع ہونا چاہیے، لہٰذا ان کے اصرار پر اسے تحریر کیا گیا جو تقریباً 14 صفحات پر مشتمل ہو گیا، مزید اضافہ جات کے لیے حضرت علامہ منیر احمد الوقار استاذ الحدیث جامعہ اُم حبیبہ لاہور کے پاس چھوڑا پندرہ دن کے بعد انہوں نے مجھے تقریباً تیس صفحات کا مسودہ عنایت فرمایا، اس کے بعد پھر راقم نے مزید تنقیح و اضافہ کرتے ہوئے چھیالیس صفحات بنا دیئے، اور یہ مختصر سا خطبہ جمعۃ المبارک ایک رسالہ کی شکل اختیار کر گیا جس میں کلمہ توحید کے دوسرے جزء محمد رسول اللہ ﷺ کی تفصیل ذکر کی گئی ہے، اس عظیم موضوع پہ چند اوراق محض رسول اللہ ﷺ کی محبت ومودت کے حصول لیے لکھے ہیں۔ قارئین سے التماس ہے کہ راقم، معاونین علامہ منیر احمد الوقار، میرے تلمیذ ارشد سلیم اختر الھلالی مدرس مرکز ام القریٰ جنھوں نے رسالہ کی تخریج میں میری معاونت فرمائی، اور خصوصاً ناشر بھائی عبدالخالق صاحب کو دعاؤں میں یاد رکھیں۔

وصلى الله على نبينا محمد و آله وأصحابه وسلم

و كتبه

حافظ حامد محمود الخضری

مدیر التعلیم مرکز اُم القریٰ اہلحدیث

A/226 جی بلاک سبزہ زار۔ لاہور

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

الحمد لله رب العالمين و الصلاة والسلام على سيد الأنبياء والمرسلين ،أمابعد!

کتاب اللہ کا مطالعہ کرنے سے معلوم ہوتا ہے کہ اللہ عزوجل نے انسانیت کی تخلیق عبث اور کھیل کے طور پر نہیں فرمائی کہ ایسے ہی بیٹھے بٹھائے اتنا بڑا جہاں بنا دیا اور کائنات کو وجود بخش دیا، یہ تمام اشیاء بے کار اور بے مقصد نہیں جیسا کہ فرمایا:

﴿ اَفَحَسِبْتُمْ اَنَّمَا خَلَقْنٰكُمْ عَبَثًا وَّاَنَّكُمْ اِلَيْنَا لَا تُرْجَعُوْنَ ۝ ﴾

(المومنون: ١١٥)

"کیا تم یہ گمان کیے بیٹھے ہو کہ ہم نے تمہیں بے کار پیدا کیا ہے اور تم ہماری طرف دوبارہ لوٹائے نہیں جاؤ گے۔"

نہیں بلکہ ان کی تخلیق کی ایک غرض وغایت ہے جسے اللہ تعالیٰ نے اپنی کتاب قرآنِ کریم میں ایک سے زیادہ مقامات پر ذکر فرمایا، چنانچہ فرمان باری ہے:

﴿ اَلَّذِیْ خَلَقَ الْمَوْتَ وَالْحَيٰوةَ لِيَبْلُوَكُمْ اَيُّكُمْ اَحْسَنُ عَمَلًا ۝ ﴾

(الملك: ٢)

"جس نے موت اور زندگی کو پیدا کیا ہے تاکہ تمہیں آزمائے کہ تم میں سے کون عمل کے اعتبار سے زیادہ بہتر ہے۔

اسی طرح سورہ ہود میں فرمایا:

﴿ وَهُوَ الَّذِیْ خَلَقَ السَّمٰوٰتِ وَ الْاَرْضَ فِیْ سِتَّةِ اَيَّامٍ وَّكَانَ عَرْشُهٗ عَلَى الْمَآءِ لِيَبْلُوَكُمْ اَيُّكُمْ اَحْسَنُ عَمَلًا ﴾ (سورہ ھود: ٧)

"اور اسی نے آسمانوں اور زمین کو چھ دنوں میں پیدا کیا ہے اور اس سے پہلے اس کا عرش پانی پر تھا تاکہ تمہیں آزما کر دیکھے کہ تم میں عمل کے اعتبار سے کون زیادہ

اچھا ہے۔"

اسی طرح سورہ الکہف میں فرمایا:

﴿ اِنَّا جَعَلۡنَا مَا عَلَى الۡاَرۡضِ زِيۡنَةً لَّهَا لِنَبۡلُوَهُمۡ اَيُّهُمۡ اَحۡسَنُ عَمَلًا ۝ ﴾

(الکہف : ۷)

"جو کچھ زمین پر ہے اسے ہم نے زینت بنائی ہے تاکہ ہم انسان کو آزمائیں کہ ان میں سے عمل کے اعتبار سے کون سب سے اچھا ہے۔"

اور سورہ الدھر میں فرمایا:

﴿ اِنَّا خَلَقۡنَا الۡاِنۡسَانَ مِنۡ نُّطۡفَةٍ اَمۡشَاجٍ نَّبۡتَلِيۡهِ فَجَعَلۡنٰهُ سَمِيۡعًا بَصِيۡرًا ۝ ﴾ (سورہ الدھر : ۲)

"بے شک ہم نے انسان کو مخلوط نطفہ سے پیدا کیا ہے تاکہ ہم اسے آزمائیں پس ہم نے اسے خوب سننے والا، اچھی طرح دیکھنے والا بنایا ہے۔"

مزید اسی چیز کو سورہ المومنون میں اس طرح بیان فرمایا:

﴿ اِنَّ فِيۡ ذٰلِكَ لَاٰيٰتٍ وَّاِنۡ كُنَّا لَمُبۡتَلِيۡنَ ﴾ (المومنون : ۳۰)

"بے شک اس واقعہ میں کئی نشانیاں ہیں اور بے شک ہم لوگوں کو آزمانا چاہتے تھے۔

مذکورہ بالا آیات کی روشنی میں تخلیق انسانیت کی حکمت ان کا امتحان و آزمائش معلوم ہوتی ہے تاکہ نیکی کرنے والوں کو اس کی جزاء اور برائی کرنے والوں کو اس کی سزا مل سکے، اور پھر اس کے لیے انسانوں کو اکیلا نہیں چھوڑا بلکہ ہدایت وراہنمائی کے لیے ان میں وقتاً فوقتاً اپنے انبیاء ورسل کو مبعوث فرمایا جیسا کہ ارشاد باری تعالیٰ ہے:

﴿ وَلَقَدۡ بَعَثۡنَا فِيۡ كُلِّ اُمَّةٍ رَّسُوۡلًا اَنِ اعۡبُدُوا اللّٰهَ وَ اجۡتَنِبُوا الطَّاغُوۡتَ ﴾ (النحل : ۳۶)

''اور ہم نے ہر گروہ کے پاس ایک رسول اس پیغام کے ساتھ بھیجا کہ لوگو! اللہ کی عبادت کرو اور شیطان اور بتوں کی عبادت سے بچتے رہو۔''

اور سورۂ المومنون میں فرمایا:

﴿ ثُمَّ اَرْسَلْنَا رُسُلَنَا تَتْرَى ﴾ (المومنون: ٤٤)

''پھر ہم نے پے در پے اپنے رسول بھیجے۔''

اور اسی طرح سورۂ النساء میں فرمایا:

﴿ رُسُلًا مُّبَشِّرِيْنَ وَ مُنْذِرِيْنَ لِئَلَّا يَكُوْنَ لِلنَّاسِ عَلَى اللّٰهِ حُجَّةٌ بَعْدَ الرُّسُلِ وَ كَانَ اللّٰهُ عَزِيْزًا حَكِيْمًاO ﴾ (النساء: ١٦٥)

''ہم نے ایسے انبیاء بھیجے جو جنت کی خوشخبری دینے والے اور جہنم سے ڈرانے والے تھے تاکہ رسولوں کی بعثت کے بعد لوگوں کے پاس اللہ کے خلاف کوئی حجت باقی نہ رہے اور اللہ بڑا زبردست اور بڑی حکمتوں والا ہے۔''

پھر اِن انبیاء ورسل میں سے خصوصی طور پر ہمارے نبی جناب محمد رسول اللہ ﷺ کو خاتم الانبیاء، امام الانبیاء، سید ولد آدم اور رحمۃ اللعالمین قرار دیتے ہوئے نعمتِ عظمیٰ سے تعبیر فرمایا، ارشاد باری تعالیٰ ہے۔

﴿ لَقَدْ مَنَّ اللّٰهُ عَلَى الْمُؤْمِنِيْنَ اِذْ بَعَثَ فِيْهِمْ رَسُوْلًا مِّنْ اَنْفُسِهِمْ يَتْلُوْا عَلَيْهِمْ اٰيٰتِهٖ وَ يُزَكِّيْهِمْ وَ يُعَلِّمُهُمُ الْكِتٰبَ وَ الْحِكْمَةَ وَ اِنْ كَانُوْا مِنْ قَبْلُ لَفِيْ ضَلٰلٍ مُّبِيْنٍO ﴾ (آل عمران: ١٦٤)

''اللہ کا مومنوں پر یقیناً یہ احسان ہے کہ اس نے ان کے لیے انہی میں سے ایک رسول بھیجا جو اس کی آیتوں کی ان لوگوں پر تلاوت کرتا ہے اور انہیں پاک کرتا ہے، انہیں کتاب وحکمت کی تعلیم دیتا ہے اور اس سے پہلے وہ لوگ کھلی گمراہی میں تھے۔''

دوسرے مقام پر فرمایا:

﴿ هُوَ الَّذِیْ بَعَثَ فِی الْاُمِّیّٖنَ رَسُوْلًا مِّنْهُمْ یَتْلُوْا عَلَیْهِمْ اٰیٰتِهٖ وَیُزَكِّیْهِمْ وَیُعَلِّمُهُمُ الْكِتٰبَ وَالْحِكْمَةَ وَاِنْ كَانُوْا مِنْ قَبْلُ لَفِیْ ضَلٰلٍ مُّبِیْنٍ ۝ وَّاٰخَرِیْنَ مِنْهُمْ لَمَّا یَلْحَقُوْا بِهِمْ وَهُوَ الْعَزِیْزُ الْحَكِیْمُ ۝ ذٰلِكَ فَضْلُ اللّٰهِ یُؤْتِیْهِ مَنْ یَّشَآءُ وَاللّٰهُ ذُو الْفَضْلِ الْعَظِیْمِ ۝ ﴾

(سوره الجمعة: ٢ تا ٤)

''اسی ذات نے ان پڑھ لوگوں میں انہی میں سے ایک رسول بھیجا ہے جو انہیں اس کی آیتیں پڑھ کر سناتا ہے اور انہیں (کفر وشرک کی آلائشوں سے) پاک کرتا ہے اور انہیں قرآن وسنت کی تعلیم دیتا ہے، بے شک وہ لوگ اس کی بعثت سے قبل صریح گمراہی میں مبتلا تھے اور اللہ نے اس نبی کو ان میں سے ان دوسرے لوگوں کے لیے بھی بھیجا ہے جو اب تک عرب مسلمانوں سے نہیں ملے ہیں وہ زبردست، بڑی حکمتوں والا ہے۔ یہ (پیغمبری یا دین اسلام) اللہ کا فضل ہے وہ جسے چاہتا ہے یہ نعمت دیتا ہے اور اللہ عظیم فضل والا ہے۔

اسی طرح سورۃ البقرۃ میں فرمایا:

كَمَآ اَرْسَلْنَا فِیْكُمْ رَسُوْلًا مِّنْكُمْ یَتْلُوْا عَلَیْكُمْ اٰیٰتِنَا وَ یُزَكِّیْكُمْ وَ یُعَلِّمُكُمُ الْكِتٰبَ وَ الْحِكْمَةَ وَ یُعَلِّمُكُمْ مَّا لَمْ تَكُوْنُوْا تَعْلَمُوْنَ ۝ فَاذْكُرُوْنِیْٓ اَذْكُرْكُمْ وَاشْكُرُوْا لِیْ وَ لَا تَكْفُرُوْنِ ۝ ﴾

(البقرة ١٥١، ١٥٢)

''جیسا کہ ہم نے تمہاری رہنمائی کے لیے تم ہی میں سے ایک رسول بھیجا جو ہماری آیتیں تمہیں پڑھ کر سناتا ہے اور تمہیں پاک کرتا ہے اور قرآن وسنت کی تعلیم دیتا ہے اور تمہیں وہ کچھ سکھاتا ہے جو تم نہیں جانتے تھے پس تم لوگ مجھے یاد کرو میں

تمہیں یاد رکھوں گا اور میرا شکر ادا کرو اور ناشکری نہ کرو۔

اور پھر سورہ التوبۃ میں فرمایا:

لَقَدْ جَآءَ كُمْ رَسُوْلٌ مِّنْ اَنْفُسِكُمْ عَزِيْزٌ عَلَيْهِ مَا عَنِتُّمْ حَرِيْصٌ عَلَيْكُمْ بِالْمُؤْمِنِيْنَ رَءُوْفٌ رَّحِيْمٌ﴿ (التوبة:١٢٨)

"(مسلمانو!) تمہارے لیے تم ہی میں سے ایک رسول آئے ہیں جن پر ہر وہ بات شاق گزرتی ہے جس سے تمہیں تکلیف ہوتی ہے، تمہاری ہدایت کے بڑے خواہشمند ہیں، مومنوں کے لیے نہایت شفیق و مہربان ہیں۔"

ان آیات سے پتہ چلتا ہے کہ انسانیت کی طرف آپ ﷺ کی بعثت اللہ تعالیٰ کا ایک احسانِ عظیم، نعمتِ غیر مترقبۃ اور بہت بڑا انعام ہے، اسی لیے اللہ تعالیٰ نے اس نبی ﷺ کی امت کو بھی اپنے خاص فضل و کرم میں رکھا کہ اعمالِ صالحہ پر اپنی دُہری رحمت کا اعلان کیا، چنانچہ ارشاد الٰہی ہے۔

﴿ يٰۤاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوا اتَّقُوا اللّٰهَ وَاٰمِنُوْا بِرَسُوْلِهٖ يُؤْتِكُمْ كِفْلَيْنِ مِنْ رَّحْمَتِهٖ وَيَجْعَلْ لَّكُمْ نُوْرًا تَمْشُوْنَ بِهٖ وَيَغْفِرْ لَكُمْ وَاللّٰهُ غَفُوْرٌ رَّحِيْمٌ ۝ لِّئَلَّا يَعْلَمَ اَهْلُ الْكِتٰبِ اَلَّا يَقْدِرُوْنَ عَلٰى شَيْءٍ مِّنْ فَضْلِ اللّٰهِ وَاَنَّ الْفَضْلَ بِيَدِ اللّٰهِ يُؤْتِيْهِ مَنْ يَّشَآءُ وَاللّٰهُ ذُو الْفَضْلِ الْعَظِيْمِ ۝﴾

(الحدید ٢٨،٢٩)

"اے ایمان والو! اللہ سے ڈرو اور اس کے رسول پر ایمان لے آؤ تو وہ تمہیں اپنی رحمت کا دوگنا حصہ دے گا۔ اور تمہیں ایک نور عطا کرے گا جس کی مدد سے تم آگے چلو گے اور تمہیں معاف کردے گا اور اللہ بڑا معاف کرنے والا بے حد رحم کرنے والا ہے، تاکہ اہل کتاب جان لیں کہ اللہ کے فضل و کرم کے کسی حصہ میں تصرف کرنے کی کوئی قدرت نہیں رکھتے، اور یہ کہ فضل و کرم صرف اللہ کے ہاتھ

میں ہے وہ جسے چاہتا ہے دیتا ہے اور اللہ فضل عظیم والا ہے۔"

اسی طرح رسولِ اکرم ﷺ کا ارشادِ گرامی ہے:

((اِنَّمَا أَجَلُكُمْ. فِيْ أَجَلِ مَنْ خَلَا مِنَ الْأُمَمِ. مَابَيْنَ صَلوٰةِ الْعَصْرِ إِلىٰ مَغْرِبَ الشَّمْسِ، وَاِنَّمَا مَثَلُكُمْ وَمَثَلُ الْيَهُوْدِ وَالنَّصَارٰى كَرَجُلٍ اسْتَعْمَلَ عُمَّالًا فَقَالَ مَنْ يَعْمَلُ لِيْ إِلىٰ نِصْفِ النَّهَارِ عَلىٰ قِيْرَاطٍ قِيْرَاطٍ؟ فَعَمِلَتِ الْيَهُوْدُ إِلىٰ نِصْفِ النَّهَارِ عَلىٰ قِيْرَاطٍ قِيْرَاطٍ۔ ثُمَّ قَالَ مَنْ يَعْمَلُ لِيْ مِنْ نِصْفِ النَّهَارِ إِلىٰ صَلوٰةِ الْعَصْرِ عَلىٰ قِيْرَاطٍ قِيْرَاطٍ؟ فَعَمِلَتِ النَّصَارٰى مِنْ نِصْفِ النَّهَارِ إِلىٰ صَلوٰةِ الْعَصْرِ عَلىٰ قِيْرَاطٍ قِيْرَاطٍ. ثُمَّ قَالَ مَنْ يَعْمَلُ لِيْ مِنْ صَلوٰةِ الْعَصْرِ إِلىٰ مَغْرِبِ الشَّمْسِ عَلىٰ قِيْرَاطَيْنِ قِيْرَاطَيْنِ؟ أَلَا فَأَنْتُمُ الَّذِيْنَ يَعْمَلُوْنَ مِنْ صَلوٰةِ الْعَصْرِ إِلىٰ مَغْرِبِ الشَّمْسِ عَلىٰ قِيْرَاطَيْنِ قِيْرَاطَيْنِ ، أَلَالَكُمُ الْأَجْرُ مَرَّتَيْنِ ، فَغَضِبَتِ الْيَهُوْدُ وَالنَّصَارٰى فَقَالُوْا نَحْنُ اَكْثَرُ عَمَلًا وَاَقَلُّ عَطَاءً قَالَ اللّٰهُ "وَهَلْ ظَلَمْتُكُمْ مِنْ حَقِّكُمْ شَيْئًا؟" قَالُوْا لَا، "قَالَ فَإِنَّهُ فَضْلِيْ أُعْطِيْهِ مَنْ شِئْتُ")) [1]

"تمہارا زمانہ پچھلی امتوں کے مقابلے میں ایسا ہے جیسے عصر سے مغرب تک کا وقت ہے۔ تمہاری مثال یہود و نصاریٰ کے ساتھ ایسی ہے جیسے کسی شخص نے کچھ مزدور لیے اور کہا کہ میرا کام آدھے دن تک کون ایک ایک قیراط کی اجرت پر کرے گا؟ یہود نے آدھے دن تک ایک ایک قیراط کی مزدوری پر کام کرنا طے کرلیا، پھر اس شخص نے کہا کہ آدھے دن سے عصر کی نماز تک میرا کام کون شخص

[1] صحیح بخاری۔ کتاب الانبیاء، باب ذکر عن بنی اسرائیل حدیث نمبر ۳۴۵۹

ایک ایک قیراط کی مزدوری پر کرے گا۔ اب نصاریٰ ایک ایک قیراط کی مزدوری پر آدھے دن سے عصر کے وقت تک مزدوری کرنے پر تیار ہو گئے۔ پھر اس شخص نے کہا کہ عصر کی نماز سے سورج ڈوبنے تک دو دو قیراط پر کون شخص میرا کام کرے گا؟ تمہیں معلوم ہونا چاہیے کہ وہ تمہیں لوگ ہو جو دو دو قیراط کی مزدوری پر عصر سے سورج ڈوبنے تک کام کرو گے، تم آگاہ رہو کہ تمہاری مزدوری دگنی ہے، یہود و نصاریٰ اس فیصلہ پر غصہ ہو گئے اور کہنے لگے کہ کام تو ہم زیادہ کریں اور مزدوری ہمیں کو کم ملے، اللہ تعالیٰ نے ان سے فرمایا کیا میں نے تمہیں تمہارا حق دینے میں کوئی کمی کی ہے؟ انہوں نے کہا کہ نہیں۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ پھر یہ میرا فضل ہے، میں جسے چاہوں زیادہ دوں۔"

امتِ مسلمہ کو یہ فضیلت اور اونچا مقام نبی اکرم ﷺ کی رفعتِ شان پر دلالت کرتا ہے، جب آپ ﷺ اس قدر عظیم و رفیع شان و منزلت کے حامل ہیں تو اللہ تعالیٰ نے آپ ﷺ کے کچھ حقوق و واجبات بھی رکھے ہیں جن کی ادائیگی امتِ مسلمہ پر فرض ہے، لہٰذا ہر کلمہ گو پر ان حقوق و واجبات کو پہچاننا، سمجھنا اور پھر ان پر قولی و عملی اعتقاد رکھنا لازمی ہے، لیکن افسوس! کہ اکثر لوگ اس بارے میں جہالت کا شکار ہیں اور جن لوگوں کو ان حقوق و واجبات کی معرفت و پہچان ہے وہ بھی ان کی ادائیگی میں کوشاں نظر نہیں آتے۔ إِلَّا مَنْ رَحِمَ رَبِّيْ۔

ذیل کی سطور میں ہم ان حقوق و واجبات کو مع ان کی تفصیلات کے سپردِ قلم کر رہے ہیں کہ اللہ عز و جل ہمیں سمجھنے اور عمل کرنے والا بنا دے۔ واللہ الموفق

پہلا حق:......رسول اللہ ﷺ پر ایمان:

لفظ ایمان "آمن یومن ایماناً فھو مؤمن" سے مصدر ہے، جس کا معنی اہل لغت کے ہاں بالاتفاق تصدیق کرنا ہے جیسا کہ امام محمد بن احمد الھروی الازھری ۳۷۰ھ فرماتے ہیں:

((واتفق اهل العلم من اللغويين وغيرهم أن الإيمان معناه

التصديق)) [1]

''لغت والوں اور ان کے علاوہ اہل علم کا اس بات پر اتفاق ہے کہ ایمان کا معنی تصدیق ہے۔''

لیکن علمائے سلف کے ہاں اس کے معنی اکیلے تصدیق کے نہیں بلکہ تصدیق کے ساتھ ساتھ اقرار اور اس کے مطابق عمل بھی لازمی ہے جیسا کہ شیخ الاسلام امام ابن تیمیہ رحمہ اللہ نے ''الصارم المسلول علی شاتم الرسول ''(ص ۵۱۹) میں وضاحت سے لکھا ہے نیز دیکھئے: کتاب الایمان ابن تیمیہؒ (ص:۱۶۲) ومجموع الفتاوی ابن تیمیہؒ (۶۴۲/۷)

اصطلاحی طور پر ایمان کی تعریف میں علمائے سلف کے ہاں تین چیزیں شامل ہیں:

(۱) قول اللسان (۲)اعتقاد بالجنان اور (۳)عمل بالجوارح

اور ان تینوں چیزوں میں اطاعت وفرمانبرداری کرنے سے زیادتی اور معصیت ونافرمانی کرنے سے کمی اور نقص واقع ہوتا رہتا ہے۔

رسول اللہ ﷺ پر ایمان لانے کا مطلب یہ ہے کہ آپ ﷺ کی تصدیق کی جائے، آپ ﷺ کی اطاعت وفرماں برداری کی جائے اور آپ ﷺ جو شریعت لائے ہیں اس کی اتباع کی جائے۔

اللہ تعالیٰ عزوجل نے اُن تمام انسانوں اور جنوں کے لیے رسول اللہ ﷺ پر ایمان لانا واجب قرار دیا ہے جن تک آپ ﷺ کا پیغام پہنچے، ارشادِ باری تعالیٰ ہے۔

﴿ يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْٓا اٰمِنُوْا بِاللّٰهِ وَرَسُوْلِهٖ وَالْكِتٰبِ الَّذِيْ نَزَّلَ عَلٰى رَسُوْلِهٖ وَالْكِتٰبِ الَّذِيْٓ اَنْزَلَ مِنْ قَبْلُ ۭ وَمَنْ يَّكْفُرْ بِاللّٰهِ وَمَلٰۗىِٕكَتِهٖ وَكُتُبِهٖ وَرُسُلِهٖ وَالْيَوْمِ الْاٰخِرِ فَقَدْ ضَلَّ ضَلٰلًۢا بَعِيْدًا ﴾

(سورہ النساء:۱۳۶)

---

[1] تهذيب اللغة ۵۱۳/۵

’’اے ایمان والو! اللہ تعالیٰ پر، اس کے رسول پر اور اس کتاب پر جو اس نے اپنے رسول پر اتاری ہے اور ان کتابوں پر جو اس سے پہلے اس نے نازل فرمائی ہیں۔ ایمان لاؤ۔ جو شخص اللہ تعالیٰ سے اور اس کے فرشتوں سے اور اس کی کتابوں سے اور اس کے رسولوں سے اور قیامت کے دن سے کفر کرے وہ تو بہت بڑی دور کی گمراہی میں جا پڑا۔

اسی طرح دوسرے مقام پر فرمایا:

﴿ اِنَّمَا الْمُؤْمِنُوْنَ الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا بِاللّٰهِ وَرَسُوْلِهٖ ﴾ (الحجرات:۱۵)

’’(یاد رکھو) مومن تو وہ ہیں جو اللہ پر اور اس کے رسول پر (پکا) ایمان لائیں۔

ایک اور مقام پر فرمایا:

﴿ اٰمِنُوْا بِاللّٰهِ وَرَسُوْلِهٖ وَاَنْفِقُوْا مِمَّا جَعَلَكُمْ مُّسْتَخْلَفِیْنَ فِیْهِ فَالَّذِیْنَ اٰمَنُوْا مِنْكُمْ وَاَنْفَقُوْا لَهُمْ اَجْرٌ كَبِیْرٌ ۝ وَمَا لَكُمْ لَا تُؤْمِنُوْنَ بِاللّٰهِ وَالرَّسُوْلُ یَدْعُوْكُمْ لِتُؤْمِنُوْا بِرَبِّكُمْ وَقَدْ اَخَذَ مِیْثَاقَكُمْ اِنْ كُنْتُمْ مُّؤْمِنِیْنَ ۝ ﴾ (سورہ الحدید:۷،۸)

’’اللہ پر اور اس کے رسول پر ایمان لے آؤ اور اس مال میں سے خرچ کرو جس میں اللہ نے تمہیں (دوسروں کا) جانشین بنایا ہے، پس تم میں سے جو ایمان لائیں اور خیرات کریں انہیں بہت بڑا ثواب ملے گا۔ تم اللہ پر ایمان کیوں نہیں لاتے؟ حالانکہ خود رسول تمہیں اپنے رب پر ایمان لانے کی دعوت دے رہا ہے اور اگر تم مومن ہو تو وہ تو تم سے مضبوط عہد و پیمان بھی لے چکا ہے۔‘‘

اسی طرح ایک مقام پر فرمایا:

﴿ فَاٰمِنُوْا بِاللّٰهِ وَرَسُوْلِهٖ وَالنُّوْرِ الَّذِیْٓ اَنْزَلْنَا وَاللّٰهُ بِمَا تَعْمَلُوْنَ خَبِیْرٌ ۝ ﴾ (سورة التغابن:۸)

''سوتم اللہ پر اور اس کے رسول پر اور اس نور پر جسے ہم نے نازل فرمایا ہے ایمان لاؤ۔ اور اللہ تعالیٰ تمہارے ہر عمل سے باخبر ہے۔''

اور سورۃ الفتح میں فرمایا:

﴿ اِنَّا اَرْسَلْنٰكَ شَاهِدًا وَّمُبَشِّرًا وَّنَذِيْرًا ۝ لِّتُؤْمِنُوْا بِاللّٰهِ وَرَسُوْلِهٖ وَتُعَزِّرُوْهُ وَتُوَقِّرُوْهُ وَتُسَبِّحُوْهُ بُكْرَةً وَّاَصِيْلًا ۝ ﴾(سورہ الفتح:۸،۹)

''یقیناً ہم نے تجھے گواہی دینے والا اور خوشخبری سنانے والا اور ڈرانے والا بنا کر بھیجا ہے تاکہ (اے مسلمانوں) تم اللہ اور اس کے رسول پر ایمان لاؤ، اور اس کی مدد کرو، اور اس کا ادب کرو اور اللہ کی پاکی بیان کرو صبح و شام۔

اور سورہ الاعراف میں فرمایا:

قُلْ يٰۤاَيُّهَا النَّاسُ اِنِّيْ رَسُوْلُ اللّٰهِ اِلَيْكُمْ جَمِيْعَا ۨالَّذِيْ لَهٗ مُلْكُ السَّمٰوٰتِ وَ الْاَرْضِ لَاۤ اِلٰهَ اِلَّا هُوَ يُحْيٖ وَ يُمِيْتُ فَاٰمِنُوْا بِاللّٰهِ وَ رَسُوْلِهِ النَّبِيِّ الْاُمِّيِّ الَّذِيْ يُؤْمِنُ بِاللّٰهِ وَ كَلِمٰتِهٖ وَ اتَّبِعُوْهُ لَعَلَّكُمْ تَهْتَدُوْنَ ۝ ﴾ (الاعراف:۱۵۸)

''آپ کہہ دیجیے کہ اے لوگو! میں تم سب کی طرف اس اللہ کا بھیجا ہوا ہوں جس کی بادشاہی تمام آسمانوں اور زمین میں ہے، اس کے سوا کوئی عبادت کے لائق نہیں وہی زندگی دیتا ہے، اور وہی موت دیتا ہے، سو اللہ تعالیٰ پر ایمان لاؤ اور اس کے نبی امّی پر جو کہ اللہ تعالیٰ پر اور اس کے احکام پر ایمان رکھتے ہیں، اور ان کا اتباع کرو تاکہ تم راہ پر آجاؤ۔''

آپ ﷺ پر ایمان لانا آپ ﷺ کا بنیادی حق ہے جیسا کہ آپ ﷺ نے فرمایا:

((أُمِرْتُ اَنْ اُقَاتِلَ النَّاسَ حَتّٰى يَشْهَدُوْا أَنْ لَا إِلٰهَ إِلَّا اللّٰهُ وَيُؤْمِنُوْا بِيْ))[1]

---

[1] صحيح مسلم، حديث نمبر ۱۲۶

’’مجھے حکم ہوا ہے لوگوں سے لڑنے کا یہاں تک کہ وہ گواہی دیں اس بات کی کہ کوئی معبود برحق نہیں سوا اللہ کے اور ایمان لائیں مجھ پر۔‘‘

اسی طرح حدیث رسول ﷺ ہے:

((وَالَّذِیْ نَفْسُ مُحَمَّدٍ بِیَدِہٖ لَایَسْمَعُ بِیْ اَحَدٌ مِنْ ھٰذِہِ الْاُمَّۃِ یَھُوْدِیٌّ وَلَانَصْرَانِیٌّ ثُمَّ یَمُوْتُ وَلَمْ یُؤْمِنْ بِالَّذِیْ اُرْسِلْتُ بِہٖ اِلَّا کَانَ مِنْ أَصْحَابِ النَّارِ)) [1]

’’قسم ہے اس کی جس کے ہاتھ میں محمد ﷺ کی جان ہے اس زمانے (یعنی میرے اور میرے بعد قیامت تک) کا کوئی یہودی یا نصرانی (یا کوئی اور دین والا) میرا حال سنے پھر ایمان نہ لاوے اس پر جس کو میں دے کر بھیجا گیا ہوں (یعنی قرآن) تو جہنم میں جاوے گا۔‘‘

مذکورہ احادیث اور اس طرح کی دوسری احادیث کا مقتضی یہ ہے کہ جیسے آپ ﷺ پر ایمان و یقین رکھنا لازمی ہے اسی طرح جو کچھ آپ ﷺ اللہ عزوجل کی طرف سے حلال و حرام اور اوامر و نواہی لائے ہیں ان پر بھی تسلیم و رضا ہو۔

ایمان لانے کا معنی یہ ہے کہ محمد ﷺ کی نبوت کی تصدیق کے ساتھ ساتھ اس کا زبان سے اقرار اور دل سے گواہی ہو اور پھر اس اقرار و گواہی کے مطابق عمل ہو اگر خالی زبان سے دعوی ہو اور دل میں ایمان والا کھرا تعلق نہیں تو یہ نفاق ہے دلیل کے طور پر قرآن پاک کا مطالعہ فرمایئے گا ارشادِ باری تعالیٰ ہے:

﴿ اِذَا جَآءَکَ الْمُنٰفِقُوْنَ قَالُوْا نَشْھَدُ اِنَّکَ لَرَسُوْلُ اللّٰہِ وَاللّٰہُ یَعْلَمُ اِنَّکَ لَرَسُوْلُہٗ وَاللّٰہُ یَشْھَدُ اِنَّ الْمُنٰفِقِیْنَ لَکٰذِبُوْنَ ○﴾

(المنافقون: ۱)

---

[1] صحیح مسلم۔ کتاب الإیمان۔ باب وجوب الایمان برسالۃ نبینا محمد ﷺ إلی جمیع الناس ونسخ الملل بملتہ، حدیث نمبر ۳۸٦.

"تیرے پاس جب منافق آتے ہیں تو کہتے ہیں کہ ہم اس بات کے گواہ ہیں کہ بے شک آپ اللہ کے رسول ہیں اور اللہ جانتا ہے کہ یقیناً آپ اس کے رسول ہیں اور اللہ گواہی دیتا ہے کہ یہ منافق قطعاً جھوٹے ہیں۔"

انہیں جھوٹا اس لیے کہا گیا کہ یہ بات صرف ان کی زبانوں پر تھی دل اس یقین سے خالی تھے، لہٰذا ایمان کے لیے یہ ضروری شرط ہے کہ دل تصدیق کر رہا ہو۔ اور جن امور کی تصدیق دل سے مطلوب ہے وہ مندرجہ ذیل ہیں۔

۱۔ آپ ﷺ کی رسالت عالمگیر ہے یعنی آپ ﷺ تمام انسانوں اور جنوں کی طرف رسول بنا کر بھیجے گئے ہیں۔

۲۔ آپ ﷺ خاتم النبیین ہیں اور آپ ﷺ کی رسالت خاتمۃ الرسالات ہے۔

۳۔ آپ ﷺ کی نبوت ورسالت گذشتہ تمام شریعتوں کی ناسخ ہے۔

۴۔ آپ ﷺ نے کما حقہ رسالت کا فریضہ انجام دیا اور امت کی خیر خواہی میں کوئی دقیقہ فروگذاشت نہیں کیا، بلکہ امت کو واضح دین پر چھوڑا جس کی رات دن کی طرح روشن ہے۔

۵۔ آپ ﷺ معصوم عن الخطاء ہیں، آپ ﷺ کا کوئی بھی لمحہ اللہ تعالیٰ عزوجل کی نافرمانی میں نہیں گزرا۔

۶۔ آپ ﷺ نے دین کے بارے میں جو تفاصیل پیش کیں ہیں وہ بمصداق ﴿ وَمَا يَنطِقُ عَنِ الْهَوٰىO اِنْ هُوَ اِلَّا وَحْيٌ يُّوحٰىO ﴾ بلاشک وشبہ صحیح اور صائب ہیں۔

نواقض ایمان بالرسول

اور پھر ایمان بالرسول کے تحت ان تمام افعال واعمال سے بچنا ضروری ہے جو آپ ﷺ پر ایمان کی نفی کریں ہم ان افعال واعمال کو "نواقضِ ایمان بالرسول" کا نام دے سکتے ہیں، یہ دو قسم پر ہیں:

(۱) آپ ﷺ کی شخصیت میں طعن کرنا۔
(۲) آپ ﷺ کی شریعت میں طعن کرنا۔

آپ ﷺ کی شخصیت میں طعن کرنا:

جو آدمی ایمان لانے کے بعد آپ ﷺ کی ذات بارے کسی گستاخی کا مرتکب ہوتا ہے یا آپ ﷺ کی عفت و پاکدامنی اور عقل و دانش پر حرف گیری کا ارتکاب کرتا ہے یا آپ ﷺ کو گالی دینے جیسے بُرے فعل میں ملوث ہوتا ہے یا آپ کے نسب وحسب اور دین داری میں کوئی عیب نکالتا ہے یا آپ ﷺ سے بغض وعناد رکھتا ہے اس کا دل ایمان بالرسول سے خالی ہو جاتا ہے، یاد رہے کہ کوئی آدمی چاہے یہ کام ہنسی مذاق میں کرے یا قصد و ارادہ سے! ایسا کرنے والا بالاتفاق کافر ہو جاتا ہے اور قابل گردن زنی ہے۔

جیسا کہ اللہ تعالیٰ کے اس فرمان سے واضح ہوتا ہے۔

﴿ وَلَئِنْ سَاَلْتَهُمْ لَيَقُوْلُنَّ اِنَّمَا كُنَّا نَخُوْضُ وَ نَلْعَبُ قُلْ اَبِاللّٰهِ وَ اٰيٰتِهٖ وَرَسُوْلِهٖ كُنْتُمْ تَسْتَهْزِءُوْنَ ○ لَا تَعْتَذِرُوْا قَدْ كَفَرْتُمْ بَعْدَ اِيْمَانِكُمْ ﴾ (التوبہ: ٦٥-٦٦)

''اگر آپ ان سے پوچھیں تو صاف کہہ دیں گے کہ ہم تو یونہی آپس میں ہنس بول رہے تھے کہہ دیجیے کہ اللہ، اس کی آیتیں اور اس کا رسول ہی تمہارے ہنسی مذاق کے لیے رہ گئے ہیں۔ تم بہانے نہ بناؤ یقیناً تم اپنے ایمان کے بعد بے ایمان ہو گئے۔''

ان آیات کے شان نزول کے بارے میں امام ابن کثیر رحمہ اللہ نقل فرماتے ہیں۔

وَقَدْ رُوِیَ عَنْ رِجَالٍ مِنْ اَهْلِ الْعِلْمِ مِنْهُمْ ابْنُ عُمَرَ وَ مُحَمَّدُ بْنُ كَعْبٍ وَزَيْدُ بْنُ أَسْلَمَ وَقَتَادَةُ. دَخَلَ حَدِيْثُ بَعْضِهِمْ فِيْ بَعْضٍ. أَنَّهُ قَالَ رَجُلٌ مِنَ الْمُنَافِقِيْنَ فِيْ غَزْوَةِ تَبُوْكَ مَارَأَيْتُ مِثْلَ قُرَّائِنَا

هَؤُلَاءِ أَرْغَبَ بُطُونًا، وَلَاأَكْذَبَ أَلْسُنًا. وَلَا أَجْبَنَ عِنْدَ اللِّقَاءِ، يَعْنِي رَسُولَ رَسُولِ ﷺ وَأَصْحَابَهُ الْقُرَّاءَ فَقَالَ لَهُ عَوْفُ بْنُ مَالِكٍ كَذَبْتَ وَلَكِنَّكَ رَجُلٌ مُنَافِقٍ لَأُخْبِرَنَّ رَسُولَ اللَّهِ ﷺ فَذَهَبَ عَوْفٌ إِلَىٰ رَسُولِ اللَّهِ ﷺ لِيُخْبِرَهُ، فَوَجَدَالْقُرْآنَ قَدْسَبَقَهُ، فَجَاءَ ذَٰلِكَ الرَّجُلُ إِلَىٰ رَسُولِ اللَّهِ ﷺ وَقَدِ ارْتَحَلَ وَرَكِبَ نَاقَتَهُ فَقَالَ يَا رَسُولَ اللَّهِ إِنَّمَا كُنَّا نَلْعَبُ وَنَتَحَدَّثُ حَدِيثَ الرَّكْبِ نَقْطَعُ بِهِ عَنَّاالطَّرِيقَ۔ قَالَ ابْنُ عُمَرَ: كَأَنِّي أَنْظُرُ إِلَيْهِ مُتَعَلِّقًا بِحَقَبِ نَاقَةِ رَسُولِ اللَّهِ ﷺ وَانَّ الْحِجَارَةَ لَتَنْكُبُ رِجْلَيْهِ وَهُوَيَقُولُ اِنَّمَا كُنَّا نَخُوضُ وَنَلْعَبُ فَيَقُولُ لَهُ وَرَسُولُ اللَّهِ ﷺ ((أَبِاللّٰهِ وَآيَاتِهِ وَرَسُولِهِ كُنْتُمْ تَسْتَهْزِءُ وْنَ)) مَا يَلْتَفِتُ إِلَيْهِ وَلَايَزِيْدُهُ عَلَيْهِ.))[1]

''بہت سارے اہل علم سے مروی ہے جن میں سے ابن عمر، محمد بن کعب، زید بن اسلم، اور قتادہ ہیں (ان کے الفاظ ملتے جلتے ہیں) منافقوں میں سے ایک آدمی نے غزوہ تبوک کے موقع پر کہا میں نے ان قاریوں سے بڑھ کر کھانے کی طرف رغبت کرنے والا دیکھا اور نہ ان سے زیادہ جھوٹی زبانوں والا۔ اور ملاقات کے وقت ان سے زیادہ بخیل یعنی رسول اللہ ﷺ کے قاصد اور آپ کے قراء صحابہ جیسا، تو حضرت عوف بن مالک رضی اللہ عنہ نے اس سے کہا کہ تو جھوٹا ہے بلکہ تو منافق ہے میں ضرور اس کی خبر نبی ﷺ کو دوں گا، حضرت عوف رضی اللہ عنہ نبی ﷺ کے پاس خبر دینے گئے لیکن قرآن مجید ان کے جانے سے پہلے ہی نازل ہو چکا تھا، پس وہ آدمی نبی ﷺ کے پاس آیا اور وہ اونٹنی پر سوار تھا۔ اس نے کہا کہ اے اللہ کے

[1] تفسیر ابن کثیر (۲/۳۶۷)

رسول ہم تو سفر طے کرنے کے لیے کھیل رہے تھے اور باتیں کررہے تھے۔ پس ابن عمر رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ میں نے اس کو دیکھا کہ وہ رسول اللہ ﷺ کی اونٹنی کی مہار کو پکڑے ہوئے تھا اور پتھروں سے ٹھوکریں کھاتا ہوا جارہا تھا اور کہہ رہا تھا کہ ہم تو صرف ہنسی مذاق کررہے تھے اور رسول اللہ ﷺ اس سے کہہ رہے تھے کہ: کیا تم اللہ، اس کی آیات اور اس کے رسول کے ساتھ مذاق کرتے تھے نہ آپ اس کی طرف دیکھتے تھے، اور نہ ہی اس سے زیادہ کوئی بات کہتے تھے۔

ان لوگوں نے نبی اکرم ﷺ اور صحابہ کرام میں سے اہل علم کے متعلق نازیبا الفاظ کہے اگر چہ اپنی طرف سے یہ وضاحت بھی کرتے رہے کہ ہم تو صرف وقت گذاری کے لیے باتیں کررہے تھے لیکن اللہ تعالیٰ نے ان کو ﴿ قَدْ كَفَرْتُمْ بَعْدَ اِيْمَانِكُمْ ﴾ جیسے سخت الفاظ سے خطاب کیا ہے۔

اسی طرح جو لوگ رسول اللہ ﷺ کی ذات اقدس پر طعن کرتے ہیں ان کے بارے میں اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے۔

﴿ اِنَّ الَّذِيْنَ يُؤْذُوْنَ اللّٰهَ وَ رَسُوْلَهٗ لَعَنَهُمُ اللّٰهُ فِي الدُّنْيَا وَ الْاٰخِرَةِ وَ اَعَدَّ لَهُمْ عَذَابًا مُّهِيْنًا۝ ﴾ (الاحزاب:۵۷)

”جو لوگ اللہ اور اس کے رسول کو ایذا دیتے ہیں۔ ان پر دنیا اور آخرت میں اللہ کی پھٹکار ہے اور ان کے لیے تیار رسوا کن عذاب ہے۔“

لہٰذا آپ ﷺ کی ذات بارے طعن و تشنیع کرنا۔ عیب جوئی اور نقص کا اعتقاد رکھنا نواقضِ ایمان بالرسول ﷺ سے ہے۔

☆ آپ ﷺ کی شریعت میں طعن کرنا:

جو دین رسول ﷺ لائے ہیں اس میں طعن کرنا بھی نواقضِ ایمان بالرسول ﷺ سے ہے جیسے کہ ارکان اسلامی سے کسی ایک پر طعن کرنا اور اس کی توہین کرنا۔ ہمارے معاشرہ میں عموماً دیکھنے میں آتا ہے کہ جو آدمی سنت کے مطابق نماز پڑھتا ہے اس پر مختلف انداز میں

پھبتیاں چسپاں کی جاتی ہیں۔ اگر کسی بندۂ خدا نے نماز میں رفع الیدین کی تو کہا گیا کہ یہ مکھیاں اڑا رہا ہے یا اڑنے لگا ہے۔ اسی طرح کسی نے شلوار ٹخنوں سے اوپر کی تو کہا گیا کہ کیا ندی یا نالہ عبور کرنے کا ارادہ ہے، کوئی روزہ رکھتا ہے تو بعض جدت پسند اسے فقر وفاقے سے بچاؤ کا ایک ذریعہ کہہ دیتے ہیں وَقِسْ عَلٰی هٰذَا!

یہ سب شریعت اسلامیہ میں طعن وتشنیع کرنے کے مترادف ہے اسی طرح یہ اعتقاد رکھنا کہ آپ ﷺ کے راستہ سے اعلیٰ وافضل راستہ بھی کوئی ہے حقیقت میں شریعت اسلامیہ کو ناقص سمجھنا ہے اور ایمان بالرسول کے منافی ہے۔

دوسرا حق:......اطاعت رسول ﷺ:

آپ ﷺ کے حقوق میں سے ایک حق یہ ہے کہ آپ ﷺ کی اطاعت وفرمانبرداری کی جائے۔ یہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے ہم پر لازم ہے اور اللہ عزوجل نے اپنے فرامین میں ہم پر فرض کی ہے جیسا کہ فرمان باری تعالیٰ ہے۔

﴿ يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْٓا اَطِيْعُوا اللّٰهَ وَاَطِيْعُوا الرَّسُوْلَ وَلَا تُبْطِلُوْٓا اَعْمَالَكُمْ ﴾ (محمد:۳۳)

''اے ایمان والو! اللہ کی اطاعت کرو اور اس کے رسول کا کہا مانو اور اپنے اعمال کو غارت نہ کرو۔''

کوئی بھی ہدایت یافتہ تب ہی ہوسکتا ہے جب وہ نبی کریم ﷺ کی اطاعت کرے۔ فرمان باری تعالیٰ ہے:

﴿ اِنْ تُطِيْعُوْهُ تَهْتَدُوْا ﴾ (النور:۵۴)

''ہدایت تو تمہیں اسی وقت ملے گی جب رسول ﷺ کی اطاعت کرو۔''

کیونکہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے انبیاء ورسل کی بعثت کا مقصد ہی یہی ہے کہ اللہ تعالیٰ کے حکم سے ان کی اطاعت کی جائے چنانچہ ارشاد فرمایا:

﴿ وَمَآ اَرۡسَلۡنَا مِنۡ رَّسُوۡلٍ اِلَّا لِيُطَاعَ بِاِذۡنِ اللّٰهِ ﴾ (النساء: ٦٤)

''ہم نے ہر ہر رسول کو صرف اسی لیے بھیجا کہ اللہ تعالیٰ کے حکم سے اس کی فرمانبرداری کی جائے۔''

اور پھر اسی کی بابت اللہ تعالیٰ قیامت کو بھی سوال کریں گے، کہ آیا تم لوگوں نے ہمارے انبیاء ورسل علیہم السلام کی اطاعت وفرمانبرداری کی یا کہ نہیں؟ جیسا کہ ارشاد باری تعالیٰ ہے

﴿ فَلَنَسۡـَٔلَنَّ الَّذِيۡنَ اُرۡسِلَ اِلَيۡهِمۡ وَ لَنَسۡـَٔلَنَّ الۡمُرۡسَلِيۡنَ ۝ ﴾

(الاعراف: ٦)

''پھر ہم ان لوگوں سے ضرور پوچھیں گے جن کے پاس پیغمبر بھیجے گئے تھے اور ہم پیغمبروں سے بھی ضرور پوچھیں گے۔''

اور پھر اسی سوال کی بنیاد پر آخرت میں لوگوں کے دو طبقے ہوں گے۔ ایک وہ جنہوں نے اطاعت وفرمانبرداری میں اپنے شب و روز گزارے، اور دوسرے وہ جو اس سے اعراض اور پہلو تہی اختیار کرتے رہے۔ اوّل الذکر کے لیے جنت اور اُس کی نعمتیں اور آخر الذکر کو عذابِ الیم ومھین کی وعید سنائی، چنانچہ فرمایا۔

وَ مَنۡ يُّطِعِ اللّٰهَ وَ رَسُوۡلَهٗ يُدۡخِلۡهُ جَنّٰتٍ تَجۡرِىۡ مِنۡ تَحۡتِهَا الۡاَنۡهٰرُ خٰلِدِيۡنَ فِيۡهَا وَ ذٰلِكَ الۡفَوۡزُ الۡعَظِيۡمُ ۝ وَ مَنۡ يَّعۡصِ اللّٰهَ وَ رَسُوۡلَهٗ وَ يَتَعَدَّ حُدُوۡدَهٗ يُدۡخِلۡهُ نَارًا خَالِدًا فِيۡهَا وَلَهٗ عَذَابٌ مُّهِيۡنٌ ۝ ﴾

(النساء: ١٣، ١٤)

''اور جو اللہ تعالیٰ کی اور اس کے رسول کی فرمانبرداری کرے گا اُسے اللہ تعالیٰ جنتوں میں لے جائے گا جن کے نیچے نہریں بہہ رہی ہیں جن میں وہ ہمیشہ رہے گے اور یہ بہت بڑی کامیابی ہے۔ اور جو شخص اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول کی نافرمانی کرے اور اس کی مقررہ حدوں سے آگے نکلے اسے وہ جہنم میں ڈال دے

گا، جس میں ہمیشہ رہے گا، ایسوں ہی کے لیے رسوا کن عذاب ہے۔''

آپ ﷺ کی اطاعت وفرمانبرداری سے اعراض کرنے والے قیامت کے دن بھی اور جہنم میں بھی حسرت بھری تمنائیں کریں گے کہ ہائے کاش! ہم نے نبی کریم ﷺ کی اطاعت کی ہوتی، قرآن پاک ان کی ناکام حسرتیں اس طرح بیان فرماتا ہے۔

﴿ يَوْمَ تُقَلَّبُ وُجُوْهُهُمْ فِي النَّارِ يَقُوْلُوْنَ يٰلَيْتَنَآ اَطَعْنَا اللّٰهَ وَ اَطَعْنَا الرَّسُوْلَا ۝ وَ قَالُوْا رَبَّنَآ اِنَّآ اَطَعْنَا سَادَتَنَا وَ كُبَرَآءَ نَا فَاَضَلُّوْنَا السَّبِيْلَا ۝ رَبَّنَآ اٰتِهِمْ ضِعْفَيْنِ مِنَ الْعَذَابِ وَ الْعَنْهُمْ لَعْنًا كَبِيْرًا ۝ ﴾

(الاحزاب: ٦٦، ٦٧، ٦٨)

''اس دن ان کے چہرے آگ میں الٹ پلٹ کیے جائیں گے (حسرت وافسوس سے) کہیں گے کہ کاش! ہم اللہ تعالیٰ اور رسول کی اطاعت کرتے۔ اور کہیں گے اے ہمارے رب! ہم نے اپنے سرداروں اور اپنے بڑوں کی مانی جنہوں نے ہمیں راہِ راست سے بھٹکا دیا۔ پروردگار! تو انہیں دگنا عذاب دے اور ان پر بہت بڑی لعنت نازل فرما۔''

اسی طرح دوسرے مقام پر فرمایا:

﴿ وَيَوْمَ يَعَضُّ الظَّالِمُ عَلٰى يَدَيْهِ يَقُوْلُ يَالَيْتَنِي اتَّخَذْتُ مَعَ الرَّسُوْلِ سَبِيْلًا ۝ يَاوَيْلَتٰى لَيْتَنِي لَمْ اَتَّخِذْ فُلَانًا خَلِيْلًا ۝ لَقَدْ اَضَلَّنِي عَنِ الذِّكْرِ بَعْدَ اِذْ جَآئَنِي وَكَانَ الشَّيْطَانُ لِلْاِنسَانِ خَذُوْلًا ۝ ﴾

(الفرقان: ۲۷، ۲۸، ۲۹)

''اور اس دن ظالم شخص اپنے ہاتھوں کو چبا چبا کر کہے گا ہائے کاش! کہ میں نے رسول (ﷺ) کی راہ اختیار کی ہوتی۔ ہائے افسوس! کاش کے میں نے فلاں کو دوست نہ بنایا ہوتا۔ اس نے تو مجھے نصیحت میرے کے پاس آجانے کے بعد گمراہ

کر دیا کہ اور شیطان تو انسان کو (وقت پر) دغا دینے والا ہے۔"

اور پھر یہاں تک چاہیں گے کہ کاش اس عذاب کے بدلے ہم سے زمین اور اس کی وسعتوں میں جو کچھ ہے لے لیا جائے، لیکن پھر بھی یہ عذاب سے نہیں بچ سکیں گے۔ چنانچہ فرمایا:

﴿ يَوْمَئِذٍ يَوَدُّ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا وَ عَصَوُا الرَّسُوْلَ لَوْ تُسَوّٰى بِهِمُ الْاَرْضُ وَ لَا يَكْتُمُوْنَ اللّٰهَ حَدِيْثًا ۝ ﴾ (النساء: ٤٢)

"جس روز کافر اور رسول کے نافرمان آرزو کریں گے کہ کاش! انہیں زمین کے ساتھ ہموار کر دیا جاتا اور وہ اللہ تعالیٰ سے کوئی بات نہ چھپا سکیں گے۔"

یہ تو قرآنِ کریم کی روشنی میں آپ ﷺ کی نافرمانی کرنے والوں کا مختصر سا تذکرہ ہے، رسول اللہ ﷺ کے فرامین بھی دیکھیے: آپ ﷺ کا فرمان ہے:

((كُلُّ أُمَّتِيْ يَدْخُلُوْنَ الْجَنَّةَ إِلَّا مَنْ أَبٰى قَالُوْا يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ! وَمَنْ يَأْبٰى؟ قَالَ مَنْ أَطَاعَنِيْ دَخَلَ الْجَنَّةَ وَمَنْ عَصَانِيْ فَقَدْ أَبٰى.))[1]

میری ساری امت جنت میں جائے گی سوائے ان کے جنہوں نے انکار کیا۔ صحابہ نے عرض کیا یا رسول اللہ ﷺ! انکار کون کرے گا؟ فرمایا کہ جو میری اطاعت کرے گا وہ جنت میں داخل ہوگا اور جو میری نافرمانی کرے گا اس نے انکار کیا۔"

اسی طرح آپ ﷺ کا ارشاد گرامی ہے۔

((مَنْ أَطَاعَنِيْ فَقَدْ أَطَاعَ اللّٰهَ وَمَنْ عَصَانِيْ فَقَدْ عَصَى اللّٰهَ.))[2]

"جس نے میری اطاعت کی اس نے اللہ کی اطاعت کی اور جس نے میری

---

[1] صحیح بخاری، کتاب الاعتصام بالکتاب والسنة، باب الاقتداء بسنن رسول اللہ ﷺ حدیث نمبر ۷۲۸۰، فتح الباری ۲۴۹/۱۳

[2] صحیح البخاری۔ کتاب الأحکم، باب قول اللہ تعالیٰ: أطیعوا اللہ واطیعوا الرسول واولی الامر منکم (۷۱۳۷)

نافرمانی کی اس نے اللہ تعالیٰ کی نافرمانی کی۔"

اس حدیث میں آپ ﷺ نے اپنی اطاعت وفرمانبرداری کو اللہ تعالیٰ کی اطاعت فرمایا ہے جیسا کہ ایک فرمان نبوی اس طرح ہے۔

((مَنْ نَزَعَ يَدًا مِنْ طَاعَةِ اللَّهِ فَإِنَّهُ يَأْتِي يَوْمَ الْقِيَامَةِ لَا حُجَّةَ لَهُ))[1]

"جس نے اپنا ہاتھ اللہ کی اطاعت سے کھینچا (اطاعت نہ کی) پس اس کے لیے قیامت کے دن کامیابی کی کوئی دلیل نہیں ہوگی۔"

اس کی وضاحت قرآن کے الفاظ میں یوں ہے

﴿ مَنْ يُّطِعِ الرَّسُوْلَ فَقَدْ اَطَاعَ اللّٰهَ ﴾ (النساء: ٨٠)

"اس رسول کی جو اطاعت کرے اس نے اللہ تعالیٰ کی فرمانبرداری کی۔"

آپ ﷺ کی اطاعت کے بارے اللہ تعالیٰ کا یہ فرمان کس قدر عظیم ہے۔ اور اہل ایمان کو غور وفکر کی دعوت دیتا ہے۔

نبی کریم ﷺ کا ایک فرمان بایں الفاظ منقول ہے کہ

((وَالَّذِيْ نَفْسِيْ بِيَدِهِ لَتَدْخُلُنَّ الْجَنَّةَ كُلُّكُمْ إِلَّا مَنْ أَبٰى وَشَرَدَ عَلَى اللَّهِ كَشَرَادِ الْبَعِيْرُ قَالَ يَا رَسُوْلَ اللَّهِ! وَمَنْ يَأْبٰى اَنْ يَّدْخُلَ الْجَنَّةَ؟ قَالَ مَنْ اَطَاعَنِيْ دَخَلَ الْجَنَّةَ وَمَنْ عَصَانِيْ فَقَدْ أَبٰى.))[2]

"اس ذات کی قسم جس کے ہاتھ میں میری جان ہے البتہ ضرور ضرور تم جنت میں داخل ہو گے مگر جس نے جانے سے انکار کر دیا اور اللہ کی اطاعت سے اس طرح نکل گیا جیسے اونٹ بدک کر نکل جاتا ہے، اس نے کہا اللہ کے رسول جنت میں جانے سے کون انکار کرے گا؟ آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ جس نے میری

---

[1] مسند أحمد رقم: ٥٥٥١، مسلم رقم (٤٧٩٣)

[2] صحيح ابن حبان (١/١٥٣) مستدرك الحاكم (٤/٢٤٧) مجمع الزوائد (١٠/٨٠)

اطاعت کی وہ جنت میں جائے گا اور جس نے نافرمانی کی اس نے انکار کیا۔"

نبی کریم ﷺ کی اطاعت کرنا یہ آپ ﷺ کا حق ہے اور اس حق کو ایک مثال سے سمجھا جا سکتا ہے، خود نبی کریم ﷺ نے بیان فرمائی، آپ ﷺ نے فرمایا۔

((اِنَّمَا مَثَلِیْ وَمَثَلُ مَابَعَثَنِي اللّٰهُ بِهِ كَمَثَلِ رَجُلٍ أَتٰى قَوْمًا فَقَالَ يَاقَوْمِ اِنِّی رَأَيْتُ الْجَيْشَ بِعَيْنَيَّ وَاِنِّیْ اَنَا النَّذِيْرُ الْعُرْيَانُ، فَالنَّجَاءَ فَاَطَاعَهُ طَائِفَةٌ مِنْ قَوْمِهِ فَأَدْلَجُوْا فَانْطَلَقُوْا عَلٰى مَهْلِهِمْ فَنَجَوْا، وَكَذَّبَتْ طَائِفَةٌ مِنْهُمْ فَأَصْبَحُوْا مَكَانَهُمْ فَصَبَّحَهُمُ الْجَيْشُ فَأَهْلَكَهُمْ وَاجْتَاحَهُمْ فَذٰلِكَ مَثَلُ مَنْ اَطَاعَنِیْ فَاتَّبَعَ مَاجِئْتُ بِهِ وَمَثَلُ مَنْ عَصَانِیْ وَكَذَّبَ بِمَاجِئْتُ بِه مِنَ الْحَقِّ.)) [1]

"میری اور جس دعوت کے ساتھ اللہ نے مجھے بھیجا ہے اس کی مثال ایک ایسے شخص جیسی ہے جو کسی قوم کے پاس آئے اور کہے کہ اے قوم! میں نے ایک لشکر اپنی آنکھوں سے دیکھا ہے اور میں کھلم کھلا تم کو ڈرانے والا ہوں پس بچاؤ کی صورت کرو تو اس قوم کے ایک گروہ نے بات مان لی اور رات کے شروع ہی میں نکل بھاگے اور حفاظت کی جگہ چلے گئے۔ اس لیے نجات پا گئے لیکن ان کی دوسری جماعت نے جھٹلایا اور اپنی جگہ پر ہی موجود رہے، پھر صبح سویرے ہی دشمن کے لشکر نے انہیں آلیا اور انہیں مارا اور ان کو برباد کر دیا۔ تو یہ مثال ہے اس کی جو میری اطاعت کریں اور جو دعوت میں لایا ہوں اس کی پیروی کریں اور اس کی مثال ہے جو میری نافرمانی کریں اور جو حق میں لے کر آیا ہوں اسے جھٹلائیں۔"

اسی طرح دوسری مثال بایں الفاظ بیان فرمائی جو حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے:

---

[1] صحیح البخاری کتاب الاعتصام، باب الاقتداء بسنن رسول ﷺ حدیث نمبر ۷۲۸۳

((جَاءَ تِ الْمَلَائِكَةُ إِلَى النَّبِيِّ ﷺ وَهُوَنَائِمٌ فَقَالَ بَعْضُهُمْ إِنَّهُ نَائِمٌ وَقَالَ بَعْضُهُمْ اِنَّ الْعَيْنَ نَائِمَةٌ وَالْقَلْبَ يَقْظَانُ فَقَالُوْا اِنَّ لِصَاحِبِكُمْ هٰذَا مَثَلاً قَالَ فَاضْرِبُوْالَهُ مَثَلاً فَقَالَ بَعْضُهُمْ إِنَّهُ نَائِمٌ وَقَالَ بَعْضُهُمْ اِنَّ الْعَيْنَ نَائِمَةٌ وَالْقَلْبُ يَقْضَانُ۔ فَقَالُوْا مَثَلُهُ كَمَثَلِ رَجُلٍ بَنَى دَارًا وَجَعَلَ فِيْهَا مَأْدُبَةً وَبَعَثَ دَاعِياً فَمَنْ أَجَابَ الدَّاعِيَ دَخَلَ الدَّارَوَأَكَلَ مِنَ الْمَأْدُبَةِ وَمَنْ لَمْ يُجِبِ الدَّاعِيَ لَمْ يَدْخُلِ الدَّارَ وَلَمْ يَاْكُلْ مِنَ الْمَأْدُبَةِ فَقَالُوْا أَوِّلُوْهَا لَهُ يَفْقَهُهَا فَقَالَ بَعْضُهُمْ اِنَّهُ نَائِمٌ وَقَالَ بَعْضُهُمْ اِنَّ الْعَيْنَ نَائِمَةٌ وَالْقَلْبُ يَقْظَانُ فَقَالُوْا فَالدَّارُ الجَنَّةُ،وَالدَّاعِي مُحَمَّدٌ ﷺ فَمَنْ اَطَاعَ مُحَمَّداً ﷺ فَقَدْ اَطَاعَ اللّٰهَ ،وَمَنْ عَصٰى مُحَمَّداً ﷺ فَقَدْ عَصَى اللّٰهَ وَمُحَمَّدٌ فَرَّقَ بَيْنَ النَّاسِ .)) [1]

''کہ فرشتے نبی کریم ﷺ کے پاس آئے (جبرائیل ومیکائیل) اور آپ سوئے ہوئے تھے۔ ایک نے کہا کہ یہ سوئے ہوئے ہیں، دوسرے نے کہا کہ ان کی آنکھیں سو رہی ہیں لیکن ان کا دل بیدار ہے۔ انہوں نے کہا کہ تمہارے ان صاحب (محمد ﷺ) کی ایک مثال ہے، پس ان کی مثال بیان کرو۔ تو ان میں سے ایک نے کہا کہ یہ سو رہے ہیں دوسرے نے کہا کہ آنکھ سو رہی ہے اور دل بیدار ہے۔ انہوں نے کہا کہ ان کی مثال اس شخص جیسی ہے جس نے ایک گھر بنایا اور کھانے کی دعوت کی اور بلانے والے کو بھیجا، پس جس نے بلانے والے کی دعوت قبول کر لی وہ گھر میں داخل ہو گیا اور دستر خوان سے کھایا اور جس نے بلانے والے کی دعوت قبول نہیں کی وہ گھر میں داخل نہیں ہوا اور دستر خوان سے کھانا نہیں

---

[1] صحیح بخاری کتاب الاعتصام بالکتاب والسنة باب الاقتداء بسنن رسول الله ﷺ حدیث نمبر۔ ۷۲۸۱

کھایا، پھر اس نے کہا کہ اس کی ان کے لیے تفسیر کر دو تا کہ یہ سمجھ جائیں۔ بعض نے کہا کہ یہ تو سوئے ہوئے ہیں لیکن بعض نے کہا کہ آنکھیں گو سو رہی ہیں لیکن دل بیدار ہے۔ پھر انہوں نے کہا کہ گھر تو جنت ہے اور بلانے والے محمد ﷺ ہیں۔ پس جو ان کی اطاعت کرے گا وہ اللہ کی اطاعت کرے گا اور جو ان کی نافرمانی کرے گا وہ اللہ تعالیٰ کی نافرمانی کرے گا اور محمد ﷺ اچھے اور بُرے لوگوں کے درمیان فرق کرنے والے ہیں۔"

بہر حال نبی کریم ﷺ کی اطاعت وفرمانبرداری امت پر حق ہے جس کی ادائیگی عسر ویسر، سفر وحضر میں لازم ہے۔

تیسرا حق :......اتباعِ رسول ﷺ:

نبی کریم ﷺ کا ایک حق یہ ہے آپ ﷺ کی اتباع کی جائے، یاد رہے کہ اطاعت اور اتباع میں فرق ہے، اطاعت سے مراد یہ ہے کہ آپ ﷺ کے فرامین کو مانا جائے اور عمل کیا جائے۔ اور اتباع کا مطلب ہے کہ جو کام آپ ﷺ کریں اس کے مطابق عمل کیا جائے، فرمان باری تعالیٰ ہے:

﴿ قُلْ اِنْ كُنْتُمْ تُحِبُّوْنَ اللّٰهَ فَاتَّبِعُوْنِیْ يُحْبِبْكُمُ اللّٰهُ وَ يَغْفِرْلَكُمْ ذُنُوْبَكُمْ ۝ ﴾ (آل عمران:۳۱)

"کہہ دیجیے کہ اگر تم اللہ تعالیٰ سے محبت رکھتے ہو تو میری تابعداری کرو خود اللہ تعالیٰ تم سے محبت کرے گا اور تمہارے گناہ معاف فرما دے گا۔"

یعنی اتباعِ رسول ﷺ کی وجہ سے تمہارے صرف گناہ ہی معاف نہیں ہوں گے بلکہ تم محبت سے محبوب بن جاؤ گے اور یہ کتنا اونچا مقام ہے کہ بارگاہِ الٰہی میں ایک انسان کو محبوبیت کا مقام مل جائے۔

اس آیت کے بہت سے شانِ نزول اور اسباب وارد ہوئے ہیں ایک سببِ نزول یہ بھی

ہے کہ یہود کے سردار کعب بن اشرف نے دعویٰ کیا کہ ((نَحْنُ اَشَدُّ حُبًّا لِلّٰهِ)) ہم اللہ کی محبت میں بہت سخت ہیں لہٰذا ((نَحْنُ أَحِبَّاءُ اللّٰهِ)) ہم اللہ تعالیٰ کے پیارے ہیں۔ تفصیل کے لیے دیکھئے: (العجاب فی بیان الاسباب (۲/۶۷۷)

تو اللہ تعالیٰ نے یہ آیات نازل کیں، فرمایا: کہ ان کے دعوؤں اور خود ساختہ طریقوں سے اللہ کی محبت اور اس کی رضا حاصل نہیں ہو سکتی، اس کا تو صرف ایک ہی طریقہ ہے کہ میرے پیغمبر پر ایمان لاؤ اور اس کی اتباع کرو۔ اس آیت نے تمام دعوے داران کے لیے ایک کسوٹی اور معیار مہیا کر دیا ہے کہ محبت الٰہی کا طالب اگر اتباع محمد ﷺ کے ذریعے سے یہ مقصد حاصل کرنا چاہتا ہے پھر تو یقیناً وہ کامیاب ہے اور اپنے دعوے میں سچا ہے ورنہ وہ جھوٹا اور اس مقصد کے حصول میں ناکام بھی رہے گا، کیونکہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اجمعین کامیابی کے اعلیٰ درجہ پر فائز تھے۔ اور رضائے الٰہی کے حصول میں اس قدر کامران ہوئے کہ ﴿ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمْ وَرَضُوْا عَنْهُ ﴾ کی نوید سنائی گئی۔ وجہ کیا تھی؟ وجہ یہ تھی کہ وہ اپنے تمام اعمال وافعال میں نبی اکرم ﷺ کی اتباع کرتے تھے یہ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ ہیں فرماتے ہیں:

((لَسْتُ تَارِكاً شَيْئاً كَانَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ يَعْمَلُ بِهِ إِلَّا عَمِلْتُ بِهِ. فَإِنِّيْ أُخْشَىٰ إِنْ تَرَكْتُ شَيْئًا مِنْ اَمْرِهِ اَنْ اَزِيْغَ.)) [1]

"میں کسی بھی ایسے کام کو نہیں چھوڑ سکتا جسے رسول اللہ ﷺ اپنی زندگی میں کرتے رہے ہوں، بے شک مجھے ڈر لگتا ہے کہ میں رسول اللہ ﷺ کے کسی امر کو چھوڑ کر سیدھے راستے سے بھٹک نہ جاؤں۔"

یہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ ہیں جو حجر اسود کو بوسہ دیتے ہوئے فرماتے ہیں:

((اَمَا وَاللّٰهِ اِنِّيْ لَأَعْلَمُ اِنَّكَ حَجَرٌ لَاتَضُرُّ وَلَا تَنْفَعُ وَلَوْلَا اَنِّي رَأَيْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ ﷺ اسْتَلَمَكَ مَااسْتَلَمْتُكَ)) [2]

---

[1] صحیح بخاری، کتاب فرض الخمس باب فرض الخمس (۳۰۹۳) وصحیح مسلم کتاب الجهاد والسیر باب قول النبی ﷺ لا نُورث ،ماتر کنا صدقةٌ حدیث نمبر (۴۵۸،۲)

[2] صحیح بخاری، کتاب الحج باب الرمل فی الحج والعمرة (۱۶۰۵)

''بخدا مجھے خوب معلوم ہے کہ تو صرف ایک پتھر ہے جو نہ تو کوئی نفع پہنچا سکتا ہے نہ کوئی نقصان، اور اگر میں نے رسول اللہ ﷺ کو تجھے بوسہ دیتے نہ دیکھا ہوتا تو میں تجھے کبھی بوسہ نہ دیتا۔''

غرض یہ کہ تمام صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اتباع رسول میں پیش پیش نظر آتے ہیں اور بدعات سے بچنے کا سبق دیتے ہیں۔ جیسا کہ حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ سے مروی ہے:

((عَلَيْكَ بِتَقْوَى اللّٰهِ وَالْإِسْتِقَامَةِ وَاتَّبِعْ وَلَا تَبْتَدِعْ.))[1]

''اپنے اوپر تقویٰ اور استقامت کو لازم کرو اور نبی اکرم کی سنت کی پیروی کرو اور بدعتی نہ بنو۔''

حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں

((اِتَّبِعُوا وَلَا تَبْتَدِعُوا فَقَدْ كُفِيتُمْ.))[2]

''سنت کی پیروی کرو اور بدعتی نہ بنو، پس تحقیق وہ سنت ہی تم کو کفایت کردے گی۔''

نیز فرماتے ہیں:

((إِنَّا نَقْتَدِي وَلَا نَبْتَدِئُ وَنَتَّبِعُ وَلَا نَبْتَدِعُ وَلَنْ نَّضِلَّ مَاتَمَسَّكْنَا بِالْأَثَرِ.))[3]

''بے شک ہم اقتداء کریں گے اور ابتداء نہیں کریں گے (یعنی بذات خود کام شروع نہیں کریں گے) اور ہم پیروی کریں گے اور نئی بات (بدعت) کو نہیں مانیں گے اور جب تک ہم احادیث کو مضبوطی سے پکڑے رکھیں گے ہرگز گمراہ نہیں ہوں گے۔''

ان تمام آیات، احادیث اور آثار سے نبی کریم ﷺ کی اتباع کی اہمیت معلوم ہوتی ہے،

---

[1] سنن دارمی حدیث نمبر (۱٤۱) [2] سنن دارمی باب فی کراھة اخذالرأی رقم (۲۱۱)

[3] شرح أصول الإعتقاد أهل السنة للإمام لالكائي ۸٦/۱ برقم: ۱۰٦

الحاصل یہ کہ آپ ﷺ کی اتباع آپ ﷺ کا حق ہے۔

چوتھا حق:......اختلافی امور میں نبی اکرم ﷺ کی طرف رجوع:

نبی کریم ﷺ کے حقوق میں سے ایک حق یہ ہے کہ اختلافی امور میں رسول اللہ ﷺ کی طرف رجوع کیا جائے۔ انسان ہونے کے ناطے، اختلافِ طباع اور اختلافِ فہم کی وجہ سے اعمال وافعال میں ایک دوسرے سے اختلافِ رائے ہوسکتا ہے اور اس سے صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین بھی محفوظ و مامون نہ تھے لیکن ایسی صورتِ حال میں اختلاف کا حل کتاب اللہ اور سنتِ رسول ﷺ کے ہاں سمجھتے تھے، یہی سبیل المؤمنین ہے اور اگر اختلافی امور میں رجوع إلی اللہ اور رجوع إلی الرسول ﷺ نہیں ہوگا تو اختلاف وتنازعات ختم کرنا خام خیالی ہے، جیسا کہ فرمانِ باری تعالیٰ ہے:

﴿ فَاِنْ تَنَازَعْتُمْ فِیْ شَیْءٍ فَرُدُّوْهُ اِلَی اللّٰهِ وَ الرَّسُوْلِ ﴾

(النساء: ۵۹)

"پھر اگر کسی چیز میں اختلاف کرو تو اسے لوٹاؤ اللہ اور رسول کی طرف"

اور جو فیصلہ آپ ﷺ فرمادیں اس کو قبول کرنا اور اپنے دل میں کوئی کھٹک، تنگی اور خلجان محسوس نہ کرنا ایک مؤمن کی شان ہے اور اگر ایمان کی کیفیت ایسی نہ ہو بلکہ مخالفت کا داعیہ پیدا ہو تو یہ ایمان کی کمی بلکہ ایمان بالرسول سے ہاتھ دھونے کے مترادف ہے اور ایسے آدمی کا ٹھکانہ جہنم ہے، جیسا کہ فرمانِ باری تعالیٰ ہے:

﴿ وَمَنْ يُّشَاقِقِ الرَّسُوْلَ مِنْ بَعْدِ مَا تَبَيَّنَ لَهُ الْهُدٰی وَ يَتَّبِعْ غَيْرَ سَبِيْلِ الْمُؤْمِنِيْنَ نُوَلِّهٖ مَا تَوَلّٰی وَ نُصْلِهٖ جَهَنَّمَ وَسَآءَتْ مَصِيْرًا ﴾

(النساء: ۱۱۵)

"جو شخص راہِ ہدایت کے واضح ہوجانے کے بعد بھی رسول کا خلاف کرے اور تمام مومنوں کی راہ چھوڑ کر چلے ہم اسے ادھر ہی متوجہ کردیں گے جدھر وہ خود متوجہ ہو،

اور دوزخ میں ڈال دیں گے وہ بہت ہی بُری جگہ ہے۔''

اس آیت مبارکہ میں ایسے لوگوں کے لیے شدید وعید ہے جو اختلاف کے وقت رسول اللہ ﷺ کی مخالفت کرتے ہیں اور آپ ﷺ کی طرف اپنے اختلافی مسائل نہیں لوٹاتے۔ ایک دوسرے مقام پر ارشادِ الٰہی ہے:

﴿ فَلْيَحْذَرِ الَّذِيْنَ يُخَالِفُوْنَ عَنْ اَمْرِهِ اَنْ تُصِيبَهُمْ فِتْنَةٌ اَوْ يُصِيبَهُمْ عَذَابٌ اَلِيْمٌ ○ ﴾ (النور:۶۳)

''سنو جو لوگ حکمِ رسول کی مخالفت کرتے ہیں انہیں ڈرتے رہنا چاہیے کہ کہیں ان پر کوئی زبردست آفت نہ آپڑے یا دردناک عذاب نہ پہنچے۔''

بلکہ اس قبیح حرکت کو منافقین کی عادت بتایا گیا ہے، جس کی بابت فرمایا:

﴿ اَلَمْ تَرَ اِلَى الَّذِيْنَ يَزْعُمُوْنَ اَنَّهُمْ اٰمَنُوْا بِمَآ اُنْزِلَ اِلَيْكَ وَمَآ اُنْزِلَ مِنْ قَبْلِكَ يُرِيْدُوْنَ اَنْ يَّتَحَاكَمُوْٓا اِلَى الطَّاغُوْتِ وَ قَدْ اُمِرُوْٓا اَنْ يَّكْفُرُوْا بِهٖ وَ يُرِيْدُ الشَّيْطٰنُ اَنْ يُّضِلَّهُمْ ضَلٰلًا بَعِيْدًا ○ وَ اِذَا قِيْلَ لَهُمْ تَعَالَوْا اِلٰى مَآ اَنْزَلَ اللّٰهُ وَاِلَى الرَّسُوْلِ رَاَيْتَ الْمُنٰفِقِيْنَ يَصُدُّوْنَ عَنْكَ صُدُوْدًا○ ﴾ (النساء: ۶۰،۶۱)

''کیا آپ نے انہیں نہیں دیکھا کہ جن کا دعویٰ تو یہ ہے کہ جو کچھ آپ پر اور جو کچھ آپ سے پہلے اتارا گیا ہے اس پر ان کا ایمان ہے لیکن وہ اپنے فیصلے غیر اللہ کی طرف لے جانا چاہتے ہیں حالانکہ انہیں حکم دیا گیا ہے کہ شیطان کا انکار کریں۔ شیطان تو یہ چاہتا ہے کہ انہیں بہکا کر دور کی گمراہی میں ڈال دے، ان سے جب کبھی کہا جائے کہ اللہ تعالیٰ کے نازل کردہ کلام کی اور رسول کی طرف آؤ تو آپ دیکھ لیں گے کہ یہ منافق آپ سے منہ پھیر کر رو کے جاتے ہیں۔''

اور اس سے شدید وعید مندرجہ ذیل آیت میں ہے ارشادِ ربِ کریم ہے:

﴿ وَاِذَا دُعُوْا اِلَى اللّٰهِ وَرَسُوْلِهٖ لِيَحْكُمَ بَيْنَهُمْ اِذَا فَرِيْقٌ مِّنْهُمْ مُّعْرِضُوْنَ ۝ وَاِنْ يَّكُنْ لَّهُمُ الْحَقُّ يَاْتُوْا اِلَيْهِ مُذْعِنِيْنَ ۝ اَفِيْ قُلُوْبِهِمْ مَّرَضٌ اَمِ ارْتَابُوْا اَمْ يَخَافُوْنَ اَنْ يَّحِيْفَ اللّٰهُ عَلَيْهِمْ وَرَسُوْلُهٗ بَلْ اُولٰٓئِكَ هُمُ الظّٰلِمُوْنَ ۝ اِنَّمَا كَانَ قَوْلَ الْمُؤْمِنِيْنَ اِذَا دُعُوْا اِلَى اللّٰهِ وَرَسُوْلِهٖ لِيَحْكُمَ بَيْنَهُمْ اَنْ يَّقُوْلُوْا سَمِعْنَا وَاَطَعْنَا وَاُولٰٓئِكَ هُمُ الْمُفْلِحُوْنَ ۝ ﴾ (سورہ النور: ٤٨، ٤٩، ٥٠، ٥١)

''جب یہ اس بات کی طرف بلائے جاتے ہیں کہ اللہ اور اس کا رسول ان کے جھگڑے چکا دے تو بھی ان کی ایک جماعت منہ موڑنے والی بن جاتی ہے ہاں اگر انہی کو حق پہنچتا ہو تو مطیع و فرمانبردار ہو کر اس کی طرف چلے آتے ہیں کہ ان کے دلوں میں بیماری ہے یا یہ شک و شبہ میں پڑے ہوئے ہیں یا انہیں اس بات کا ڈر ہے کہ اللہ تعالیٰ اور اس کا رسول ان کی حق تلفی نہ کریں، بات یہ ہے کہ یہ لوگ خود ہی بڑے ظالم ہیں۔ ایمان والوں کا قول تو یہ ہے کہ جب انہیں اس لیے بلایا جاتا ہے کہ اللہ اور اس کا رسول ان میں فیصلہ کر دے وہ کہتے ہیں کہ ہم نے سنا اور مان لیا یہی لوگ کامیاب ہونے والے ہیں۔''

بلکہ آپ ﷺ کے فیصلہ کو دل کی گہرائیوں سے ماننے کا نام ایمان ہے اور لیس وراء ذلك مثقال خردل من الایمان، ارشادِ ربانی ہے:

﴿ فَلَا وَرَبِّكَ لَا يُؤْمِنُوْنَ حَتّٰى يُحَكِّمُوْكَ فِيْمَا شَجَرَ بَيْنَهُمْ ثُمَّ لَا يَجِدُوْا فِيْٓ اَنْفُسِهِمْ حَرَجًا مِّمَّا قَضَيْتَ وَيُسَلِّمُوْا تَسْلِيْمًا ۝ ﴾

(النساء: ٦٥)

''سو قسم ہے تیرے پروردگار کی یہ مومن نہیں ہو سکتے جب تک کہ تمام آپس کے اختلاف میں آپ کو حاکم نہ مان لیں پھر جو فیصلے آپ ان میں کر دیں ان سے اپنے

دل میں کسی طرح کی تنگی اور ناخوشی نہ پائیں اور فرمانبرداری کے ساتھ قبول کرلیں۔‘‘

اس آیت کا سبب نزول یہ ہے کہ حضرت زبیر رضی اللہ عنہ کا (جو رسول اللہ ﷺ کے پھوپھی زاد تھے) اور ایک آدمی کا کھیت کو سیراب کرنے والے نالے کے پانی پر جھگڑا ہوگیا۔ معاملہ نبی کریم ﷺ تک پہنچا۔ آپ ﷺ نے صورتِ حال کا جائزہ لے کر جو فیصلہ دیا تو وہ اتفاق سے حضرت زبیر رضی اللہ عنہ کے حق میں تھا جس پر دوسرے آدمی نے کہا کہ آپ ﷺ نے یہ فیصلہ اس لیے کیا ہے کہ وہ آپ ﷺ کا پھوپھی زاد ہے۔ چنانچہ اس پر یہ آیت نازل ہوئی۔ [1]

مطلب یہ ہوا کہ نبی ﷺ کی بات یا فیصلے سے اختلاف تو دور کی بات، دل میں کھٹک، تنگی اور انقباض بھی محسوس کرنا ایمان کے منافی ہے۔

رسول اللہ ﷺ کی حدیث ہے:

((فَإِنَّهُ مَنْ يَعِشْ مِنْكُمْ بَعْدِي فَسَيَرٰى اِخْتِلَافاً كَثِيْرًا فَعَلَيْكُمْ بِسُنَّتِيْ وَسُنَّةِ الْخُلَفَاءِ الرَّاشِدِيْنَ الْمَهْدِيِّيْنَ.)) [2]

’’تم میں سے جو (میرے بعد) زندہ رہے گا وہ بہت اختلاف دیکھے گا، پس تم میری سنت اور ہدایت یافتہ خلفائے راشدین کے طریقے کو لازم پکڑنا۔‘‘

اللہ کے رسول ﷺ بقیدِ حیات ہوں تو آپ ﷺ کی ذات مقدسہ مرجع ہے اور آپ ﷺ کے انتقال کے بعد آپ ﷺ کی سنت اور آپ ﷺ کی حدیث کی طرف رجوع کیا جائے، یہ بھی رسول اللہ ﷺ کا حق ہے۔

پانچواں حق:......رسول کریم ﷺ کی کسی معاملہ میں مخالفت نہ کی جائے:

آپ ﷺ کے حقوق میں سے پانچواں حق یہ ہے کہ کسی بھی معاملہ میں رسول اللہ ﷺ کی مخالفت نہ کی جائے۔ کیونکہ آپ ﷺ کی مخالفت کرنے والے کو اللہ تعالیٰ نے فتنہ اور عذاب الیم سے ڈرایا ہے فرمان باری تعالیٰ ہے:

---

[1] صحیح بخاری، رقم (٤٥٨٥)

[2] ترمذی، کتاب العلم باب الاخذ بالسنة واجتناب البدعة حدیث نمبر: (٢٦٧٦)

﴿ فَلْيَحْذَرِ الَّذِيْنَ يُخَالِفُوْنَ عَنْ اَمْرِهٖٓ اَنْ تُصِيْبَهُمْ فِتْنَةٌ اَوْ يُصِيْبَهُمْ عَذَابٌ اَلِيْمٌ ۝ ﴾ (النور:٦٣)

''سنو جو لوگ حکم رسول کی مخالفت کرتے ہیں انہیں ڈرتے رہنا چاہیے کہ کہیں ان پر کوئی زبردست آفت نہ آ پڑے یا انہیں دردناک عذاب نہ پہنچے۔''

اور یہاں صرف ڈرایا ہی نہیں بلکہ فی الواقع ایسا ہوا بھی ہے کہ آپ ﷺ کی مخالفت کرنے والوں کو اسی دنیا میں اللہ تعالیٰ نے کسی مصیبت اور آزمائش میں مبتلا کر دیا۔ جیسا کہ حضرت سلمۃ بن اکوع رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ ایک آدمی آپ ﷺ کی موجودگی میں بائیں ہاتھ سے کھانا کھا رہا تھا آپ ﷺ نے فرمایا:

((كُلْ بِيَمِيْنِكَ)) دائیں سے کھاؤ۔ کہنے لگا: ((لَا اَسْتَطِيْعُ)) میں اس سے نہیں کھا سکتا، آپ ﷺ نے فرمایا: ((لَا اسْتَطَعْتَ)) تو نہ ہی کھا سکے۔ چنانچہ ایسے ہی ہوا اور واقعۃً اس کا دایاں ہاتھ مفلوج ہو گیا۔ [1]

اسی طرح حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے مروی ہے۔

((قَرَأَ النَّبِيُّ ﷺ النَّجْمَ سَجَدَ ، فَمَا بَقِيَ أَحَدٌ إِلَّا سَجَدَ، إِلَّا رَجُلٌ رَأَيْتُهُ أَخَذَ كَفًّا مِنْ حَصَى فَرَفَعَهُ سَجَدَ عَلَيْهِ وَقَالَ هَذَا يَكْفِيْنِيْ فَلَقَدْ رَأَيْتُهُ بَعْدُ قُتِلَ كَافِرًا.)) [2]

''نبی اکرم ﷺ نے سورہ نجم پڑھی اور سجدہ کیا، اس وقت آپ کے ساتھ تمام لوگوں نے سجدہ کیا صرف ایک شخص کو میں نے دیکھا کہ اپنے ہاتھ میں اس نے کنکریاں اٹھا کر اس پر اپنا سر رکھ دیا اور کہنے لگا کہ میرے لیے بس اتنا ہی کافی ہے۔ میں نے پھر اسے دیکھا کہ کفر کی حالت میں وہ قتل کیا گیا۔''

---

[1] صحیح مسلم کتاب الاشربة باب آداب الطعام والشراب واحکامها حدیث نمبر (۲۰۲۱)

[2] صحیح بخاری، کتاب مناقب الانصار، باب مالقی النبی ﷺ وأصحابه من المشرکین بمکة حدیث (۳۸۵۳) وصحیح مسلم کتاب المساجد باب سجود التلاوة حدیث نمبر (۱۲۹۷)

(یہ آدمی، امیۃ بن خلف تھا جو بدر میں قتل کیا گیا) (فتح الباری (٦١٤/٨)

اسی حضرت عبداللہ بن عمر سے مروی ہے آپ ﷺ نے فرمایا:

((وَجُعِلَ الذِّلَّةُ وَالصَّغَارُ عَلٰى مَنْ خَالَفَ أَمْرِی.))[1]

''اور جو میرے حکم کی مخالفت کرتا ہے اللہ تعالیٰ اس پر ذلت اور حقارت کر دیتا ہے۔''

اور انہیں (حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ) سے ایک طویل حدیث مروی ہے جس میں آپ ﷺ نے فرمایا:

((يَا مَعْشَرَ الْمُهَاجِرِيْنَ! خَمْسٌ إِذَا ابْتُلِيتُمْ بِهِنَّ وَأَعُوْذُبِاللّٰهِ اَنْ تُدْرِكُوْهُنَّ: لَمْ تَظْهَرِ الْفَاحِشَةُ فِيْ قَوْمٍ قَطُّ حَتّٰى يُعْلِنُوْا بِهَا إِلَّافَشَافِيْهِمُ الطَّاعُوْنُ وَالْأَوْجَاعُ الَّتِيْ لَمْ تَكُنْ مَضَتْ فِيْ اَسْلَافِهِمُ الَّذِيْنَ مَضَوْا، وَلَمْ يَنْقُصُوا الْمِكْيَالَ وَالْمِيْزَانَ إِلَّا أُخِذُوْا بِالسِّنِيْنَ وَشِدَّةِ الْمَؤُوْنَةِ وَجَوْرِ السُّلْطَانِ عَلَيْهِمْ وَلَمْ يَمْنَعُوا زَكَاةَ اَمْوَالِهِمْ إِلَّا مُنِعُوا الْقَطْرَ مِنَ السَّمَاءِ وَلَوْ لَا الْبَهَائِمُ لَمْ يُمْطَرُوْا، وَلَمْ يَنْقُضُوْا عَهْدَاللّٰهِ وَعَهْدَ رَسُوْلِهِ إِلَّا سَلَّطَ اللّٰهُ عَلَيْهِمْ عَدُوًّا مِنْ غَيْرِهِمْ فَأَخَذُوْا بَعْضَ مَافِيْ أَيْدِيْهِمْ، وَمَالَمْ تَحْكُمْ أَئِمَّتُهُمْ بِكِتَابِ اللّٰهِ وَيَتَخَيَّرُوْا مِمَّا اَنْزَلَ اللّٰهُ إِلَّا جَعَلَ اللّٰهُ بَأْسَهُمْ بَيْنَهُمْ.))[2]

''اے مہاجرین کے گروہ پانچ باتیں ہیں جب تم ان میں مبتلا ہو جاؤ، اور اللہ کی پناہ مانگتا ہوں میں اس سے کہ تم ان میں مبتلا ہو (اب ان پانچ باتوں کا بیان ہے) جب کسی قوم میں علانیہ فسق و فجور ہوتا ہے (جیسے زنا، شراب خمر وغیرہ) تو ان میں طاعون آتا ہے (یعنی وباء) اور ایسی بیماریاں پیدا ہوتی ہیں کہ اگلے لوگوں میں وہ بیماریاں کبھی نہیں ہوئی تھیں، اور جب کوئی قوم تول اور ماپ میں کمی کرتی ہے تو ان

[1] مسند احمد حديث نمبر (٥١١٤)

[2] سنن ابن ماجة ، كتاب الفتن ،باب العقوبات حديث نمبر (٤٠١٩)

پر قحط اترتا ہے اور سخت مصیبت پڑتی ہے اور بادشاہِ وقت ان پر ظلم کرتا ہے، اور جب کوئی قوم اپنے مال کی زکوٰۃ نہیں دیتی تو اللہ تعالیٰ ان پر بارش روک دیتا ہے اور اگر دنیا میں چارپائے نہ ہوتے تو بالکل بارش نہ ہوتی، اور جب کوئی قوم اللہ اور اس کے رسول کا عہد توڑتی ہے (یعنی اللہ کی کتاب اور اس کے رسول کی حدیث پر عمل کرنا چھوڑتی ہے) تو اللہ تعالیٰ ان پر ایک دشمن مسلط کرتا ہے جو ان کی قوم کا نہیں ہوتا اور ان کے ہاتھوں کے بعض مال کو وہ چھین لیتا ہے اور جب مسلمان حاکم اللہ تعالیٰ کی کتاب پر نہیں چلتے اور اللہ نے جو نازل فرمایا اس کو اختیار نہیں کرتے تو اللہ تعالیٰ ان کے اندر لڑائی ڈال دیتا ہے۔''

لہٰذا رسول اللہ ﷺ کے فرامین اور سنن کی مخالفت نہ کی جائے بلکہ ہو بہو پیروی کی جائے۔

چھٹا حق:...... ''ترک احداث'' بدعات کو چھوڑ دینا:

رسول کریم ﷺ نے جو دین لوگوں کے سامنے پیش کیا اس میں عقائد و اعمال کا مکمل نمونہ موجود ہے، جس کو اختیار کرنے سے دنیا و آخرت کی کامیابیاں و کامرانیاں مل سکتی ہیں، اس کے علاوہ کسی اور دین کو اختیار کرنے سے دنیوی اور اُخروی کامیابی خام خیالی ہے، ارشادِ باری تعالیٰ ہے:

﴿ وَمَنْ يَّبْتَغِ غَيْرَ الْاِسْلَامِ دِيْنًا فَلَنْ يُّقْبَلَ مِنْهُ وَ هُوَ فِي الْاٰخِرَةِ مِنَ الْخٰسِرِيْنَ○ ﴾ (آل عمران: ۸۵)

''جو شخص اسلام کے سوا اور دین تلاش کرے اس کا دین قبول نہ کیا جائے گا اور وہ آخرت میں نقصان پانے والوں میں ہوگا۔''

اور یہ طے ہے کہ دین اسلام کی تکمیل نبی کریم ﷺ کی حیاۃِ مبارکہ ہی میں ہوگئی تھی جیسا کہ ارشادِ باری تعالیٰ ہے:

﴿ اَلْيَوْمَ اَكْمَلْتُ لَكُمْ دِيْنَكُمْ اَتْمَمْتُ عَلَيْكُمْ نِعْمَتِيْ وَرَضِيْتُ لَكُمُ الْاِسْلَامَ دِيْنًا ﴾ (المائدة:٥)

''آج میں نے تمہارے لیے دین کو کامل کردیا اور تم پر اپنا انعام بھرپور کردیا اور تمہارے لیے اسلام کے دین ہونے پر رضامند ہوگیا۔''

اور پھر اس کے بعد رسول اللہ ﷺ نے حجۃ الوداع کے موقع پر فرمایا:

((تَرَكْتُ فِيْكُمْ اَمْرَيْنِ لَنْ تَضِلُّوْا مَاتَمَسَّكْتُمْ بِهِمَا كِتَابُ اللّٰهِ وَسُنَّتِيْ.)) [1]

''میں تم میں دو چیزیں چھوڑ چلا ہوں، جب تک تم ان کو مضبوطی سے پکڑے رکھو گے (عمل پیرا رہو گے) ہرگز گمراہ نہیں ہوگے۔ اللہ تعالیٰ کی کتاب اور میری سنت۔''

اب اس دین کے احکام و مسائل میں کسی قسم کا ردوبدل اور ترمیم و اضافہ نہیں ہوسکتا، بلکہ غلبۂ دین حصول رضائے الٰہی اور گمراہی سے بچنے کے لیے اسی دین میں مکمل مواد موجود ہے، اس کے بعد بھی اگر کوئی بے نصیب یہ سمجھتا ہے کہ اس میں اپنی طرف سے ترمیم و اضافہ کی گنجائش ہے اور کچھ مسائل و احکام باقی ہیں جن کے بارے میں اپنی طرف سے نیکی اور بدی کا کوئی معیار اور کسوٹی تراشنے کی ضرورت ہے تو گویا اس نے باور کرانے کی کوشش کی ہے کہ نعوذ باللہ رسول مقبول ﷺ نے خیانت کرتے ہوئے دین اسلام کو مکمل طور پر بیان نہیں کیا، جیسا کہ امام مالک رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

مَنِ ابْتَدَعَ فِي الْإِسْلَامِ بِدْعَةً يَرَاهَا حَسَنَةً فَقَدْ زَعَمَ اَنَّ مُحَمَّدًا خَانَ الرِّسَالَةَ لِاَنَّ اللّٰهَ يَقُوْلُ :﴿ اَلْيَوْمَ اَكْمَلْتُ لَكُمْ دِيْنَكُمْ وَاَتْمَمْتُ عَلَيْكُمْ نِعْمَتِيْ وَرَضِيْتُ لَكُمُ الْاِسْلَامَ دِيْنًا ﴾)) [2]

---

[1] موطامالك ، كتاب القدر ،باب النهى عن القول بالقدر، حديث نمبر(٣) ، مستدرك حاكم حديث نمبر (٣٢٣، ٣٢٤)

[2] كتاب الاعتصام للشاطبى (٤٩/١)

''جس نے اسلام میں کوئی بدعت ایجاد کی اور اس کو وہ نیکی خیال کرتا ہے، تو تحقیق اس نے یہ گمان کیا کہ محمد ﷺ نے رسالت میں خیانت کی، کیونکہ اللہ تعالیٰ نے تو فرمایا ہے کہ'' آج کے دن میں نے تم پر تمہارا دین مکمل کر دیا اور میں نے تم پر اپنی نعمت کو مکمل کر دیا اور تمہارے لیے دین اسلام پسند کیا ہے۔''

چنانچہ نبی اکرم ﷺ کا بھی اس بارے میں ارشاد گرامی ہے:

((اِذَا حَدَّثْتُكُمْ حَدِيثًا فَلَا تَزِيدُنَّ عَلَيْهِ.)) ❶

''جب میں تم کو کوئی حدیث بیان کروں تو اس پر زیادہ نہ کرو (یعنی اپنی طرف سے زیادتی نہ کرو)''

لہٰذا نبی اکرم ﷺ نے جس طرح اپنی امت کو تعلیمات دیں، بعینہ اسی طرح ان کو بغیر کسی اضافہ اور ترمیم کے قبول کرنے کا نام اسلام ہے، جیسا کہ امام بیہقیؒ سے مروی اس حدیث سے بھی ثابت ہوتا ہے جس میں آپ ﷺ نے فرمایا:

((مَاتَرَكْتُ شَيْئًا مِمَّا اَمَرَكُمُ اللّٰهُ بِهِ إِلَّا وَقَدْ أَمَرْتُكُمْ بِهِ وَلَا شَيْئًا مِمَّا نَهَاكُمْ عَنْهُ إِلَّا وَقَدْ نَهَيْتُكُمْ عَنْهُ.)) ❷

''اللہ تعالیٰ نے جس چیز کا تم کو حکم دیا ہے میں نے اس کو نہیں چھوڑا مگر میں نے بھی اس کا تم کو حکم دیا ہے، اور اللہ تعالیٰ نے تم کو کسی بھی چیز سے منع نہیں کیا لیکن تحقیق میں نے بھی تم کو اس سے روک دیا ہے۔''

آپ ﷺ نے مزید ارشاد فرمایا:

((اِنِّی تَرَكْتُكُمْ عَلَى مِثْلِ الْبَيْضَاءِ لَيْلُهَا كَنَهَارِهَا لَايَزِيغُ عَنْهَا

---

❶ مسند احمد رقم ۱۹۶۱۸

❷ سنن البیهقی ۷/۷۶

بَعۡدِیۡ إِلَّا هَالِكٌ))[1]

''میں نے تم کو ایسی سفیدی (روشنی) کی مثل پر چھوڑا ہے کہ جس کی رات بھی اس کے دن کی طرح ہے میرے بعد صرف ہلاک (گمراہ) ہونے والا ہی اس سے کج روی اختیار کرے گا۔''

یہ ہلاکت کی نوید اس لیے سنائی گئی ہے کہ مبتدع اللہ تعالیٰ کے دین میں بدعت ایجاد کر کے اپنے آپ کو اللہ تعالیٰ کا شریک و سہیم بناتا ہے کیونکہ شریعت کو اللہ تعالیٰ نے وضع فرمایا ہے، اور اگر کوئی خود تشریع (قانون سازی) کرتا ہے تو وہ اللہ کے حق میں اپنے تئیں شریک کرتا ہے، اسی لیے تو امام شافعی رحمہ اللہ نے فرمایا ہے۔

((مَنِ اسۡتَحۡسَنَ فَقَدۡ شَرَّعَ.))[2]

''جس نے اچھائی کو طلب کیا پس تحقیق اس نے شریعت بنائی۔''

لہٰذا دین کو من وعن قبول کرنے کا نام اسلام ہے اس میں کسی قسم کی لفظی و معنوی تبدیلی کی اجازت نہیں دی جاسکتی، نبی اکرم ﷺ کا وہ فرمان یاد فرمائیں جس میں آپ ﷺ نے حضرت براء بن عازب رضی اللہ عنہ کو ایک لفظ کی تبدیلی سے بھی روک دیا تھا۔

حضرت براء بن عازب رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ مجھے رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: جب تو اپنے بستر پر آنے لگے تو نماز کے وضو کی طرح وضو کر لے، پھر اپنے دائیں پہلو پر لیٹ کر یہ (دعا) پڑھو:

((اَللّٰهُمَّ اَسۡلَمۡتُ وَجۡهِیۡ إِلَیۡكَ وَفَوَّضۡتُ اَمۡرِیۡ اِلَیۡكَ وَاَلۡجَاۡتُ ظَهۡرِیۡ إِلَیۡكَ رَغۡبَةً وَرَهۡبَةً اِلَیۡكَ لَا مَلۡجَاً وَلَامَنۡجَاءَ مِنۡكَ إِلَّا اِلَیۡكَ اَللّٰهُمَّ آمَنۡتُ بِكِتَابِكَ الَّذِیۡ اَنۡزَلۡتَ وَنَبِیِّكَ الَّذِیۡ اَرۡسَلۡتَ.))

''اے اللہ! میں نے اپنا چہرہ تیرے لیے مطیع کر دیا، اور اپنا معاملہ تیرے سپرد

---

[1] سنن ابن ماجه حديث نمبر(٤٣) مسند احمد (١٧١٢٤) كتاب السنة لابن ابى عاصم : (٣٣، ٤٨، ٥٦) مستدرك الحاكم (٩٦/١)

[2] الاحكام للامدى (١٣٦/٢) المستصفى الغزالى (٢٧٤/١)

کردیا، اور میں نے تیری طرف رغبت کرتے ہوئے اور ڈرتے ہوئے تجھے پشت پناہ بنایا، تیرے عذاب سے بچ کر جانے کی کوئی پناہ گاہ اور ٹھکانا نہیں، سوائے تیرے دامن رحمت کے میں تیری اس کتاب پر ایمان لایا جو تو نے نازل کی اور تیرے نبی پر جسے تو نے مبعوث کیا۔"

آپ ﷺ نے فرمایا کہ تو اس رات فوت ہوگیا تو تُو فطرتِ اسلام پر ہوگا، اور ان کلمات کو اپنے آخری کلمات بنا۔

براء بن عازب رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں: اس کے بعد میں نے ان کلمات کو رسول اللہ ﷺ پر دھرایا تو ((اَللّٰهُمَّ اٰمَنْتُ بِكِتَابِكَ الَّذِیْ اَنْزَلْتَ وَرَسُوْلِكَ الَّذِیْ اَرْسَلْتَ)) کہا تو آپ ﷺ نے فرمایا:((وَنَبِيِّكَ الَّذِیْ اَرْسَلْتَ)) کہو۔[1]

لہٰذا ہمیں ہر دینی معاملہ میں رسول اللہ ﷺ کے لائے ہوئے دین کو کامل و مکمل تسلیم کرنا چاہیے۔ بعض اپنی بدعات کو رواج دینے کے لیے کہہ دیتے ہیں کہ کیا حرج ہے یہ بھی تو نیکی کے کام ہیں، حالانکہ نیکی تمام کی تمام شریعت اسلامیہ میں واضح ہوچکی ہے، یاد رہے کہ کسی بدعت سے منع کرنے پر جب لوگ یہ الفاظ کہتے ہیں کہ کیا حرج ہے تو یہ ایک شیطانی وسوسہ ہے اس صورت میں اگر نبی اکرم ﷺ اور صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین کے طرز عمل کو اپنا لیں تو یہ وسوسہ ختم ہو جاتا ہے آپ ﷺ کا طرزِ عمل ملاحظہ فرمائیں۔ حضرت انس رضی اللہ عنہ بیان فرماتے ہیں:

((جَاءَ ثَلَاثَةُ رَهْطٍ إِلَى بُيُوتِ اَزْوَاجِ النَّبِيِّ ﷺ يَسْأَلُوْنَ عَنْ عِبَادَةِ النَّبِيِّ ﷺ فَلَمَّا اُخْبِرُوْا كَأَنَّهُمْ تَقَالُّوْهَا فَقَالُوْا وَأَيْنَ نَحْنُ مِنَ النَّبِيِّ ﷺ قَدْ غُفِرَلَهُ مَاتَقَدَّمَ مِنْ ذَنْبِهِ وَمَاتَأَخَّرَ قَالَ اَحَدُهُمْ اَمَّااَنَا فَاَنَا اُصَلِّي اللَّيْلَ اَبَدًا وَقَالَ آخَرُ اَنَا اَصُوْمُ الدَّهْرَ وَلَا اُفْطِرُ

[1] صحیح بخاری، کتاب الوضوء، باب فضل من بات علی الوضوء(۲۴۷)

وَقَالَ آخَرُ اَنَا اَعْتَزِلُ النِّسَاءَ فَلَا اَتَزَوَّجُ اَبَداً فِيْ رَسُوْلِ اللّٰهِ ﷺ فَقَالَ اَنْتُمُ الَّذِيْنَ قُلْتُمْ كَذَا وَكَذَا اَمَا وَاللّٰهِ اِنِّيْ لَاَخْشَاكُمْ لِلّٰهِ وَاَتْقَاكُمْ لَهُ لٰكِنِّيْ أَصُوْمُ وَأُفْطِرُ وَأُصَلِّيْ وَاَرْقُدُ وَاَتَزَوَّجُ النِّسَاءَ فَمَنْ رَغِبَ عَنْ سُنَّتِيْ فَلَيْسَ مِنِّيْ.)) ❶

"تین حضرات (علی، عبداللہ بن عمرو بن عاص، عثمان بن مظعون) نبی اکرم ﷺ کی ازواج مطہرات کے گھروں کی طرف آپ کی عبادت کے متعلق پوچھنے آئے، جب انہیں آپ ﷺ کا عمل بتایا گیا تو جیسے انہوں نے اسے کم سمجھا اور کہا کہ ہمارا آنحضرت ﷺ سے کیا مقابلہ! آپ کی تو تمام اگلی پچھلی لغزشیں معاف کردی گئی ہیں، ان میں سے ایک نے کہا کہ آج سے میں ہمیشہ رات بھر نماز پڑھا کروں گا، دوسرے نے کہا کہ میں ہمیشہ روزے سے رہوں گا اور کبھی ناغہ نہیں ہونے دوں گا، تیسرے نے کہا کہ میں عورتوں سے جدائی اختیار کرلوں گا اور کبھی نکاح نہیں کروں گا، پھر آنحضرت ﷺ اُن کے پاس تشریف لائے اور ان سے پوچھا کیا تم نے ہی یہ باتیں کہی ہیں؟ سن لو! اللہ تعالیٰ کی قسم! اللہ تعالیٰ سے میں تم سب سے زیادہ ڈرنے والا ہوں، اور میں تم سب سے زیادہ پرہیز گار ہوں لیکن میں اگر روزے رکھتا ہوں تو افطار بھی کرتا رہتا ہوں، نماز بھی پڑھتا ہوں (رات میں) سوتا بھی ہوں اور میں عورتوں سے نکاح کرتا ہوں۔ میرے طریقے سے جس نے بے رغبتی کی وہ مجھ میں سے نہیں ہے۔"

اس حدیث کو پڑھ کر غور فرمائیں کہ رسول اللہ ﷺ نے ان کو نماز، روزہ اور شب بیداری کے متعلق کونسا طرزِ عمل دیا ہے حالانکہ یہ تمام عبادات کرنے والے یہ بھی تو کہہ سکتے تھے کہ کیا حرج ہے؟ اس میں سب سے بڑا حرج یہ ہے جو کیفیت وہ لوگ اختیار کر رہے تھے وہ

❶ صحیح بخاری کتاب النکاح، باب الترغیب فی النکاح حدیث نمبر (٥٠٦٣)

رسول اکرم ﷺ کے عمل سے ثابت نہیں ہے۔

اسی طرح حضرت عمرو بن سلمہ سے مروی ہے کہ:

''ہم عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کے دروازے پر صبح کی نماز سے قبل جمع ہوتے تھے۔ جب آپ نکلتے تو ہم آپ کے ساتھ مسجد کی طرف جاتے ،ایک دن حضرت ابوموسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ بھی عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کے دروازے پر آئے اور ان کے نکلنے پر فرمایا اے ابوعبدالرحمان! میں نے ابھی ابھی مسجد میں عجیب وغریب چیز دیکھی ہے اور الحمدللہ خیر ہی دیکھی ہو آپ نے فرمایا وہ کیا چیز ہے؟ فرمایا اگر آپ زندہ رہے تو ابھی دیکھ لیں گے۔''

کہا! میں نے مسجد میں کچھ لوگوں کو حلقے بنائے ہوئے دیکھا وہ نماز کا انتظار کر رہے تھے، اور ان کے ہاتھوں میں کنکریاں تھیں، ہر حلقہ میں ایک آدمی انہیں کہتا ہے " اَللّٰهُ اَكْبَرُ" سو مرتبہ کہو، تو وہ سو مرتبہ " اَللّٰهُ اَكْبَرُ" کہتے ہیں، پھر وہ کہتا ہے کہ سو مرتبہ "لَا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ" کہو تو وہ سو مرتبہ "لَا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ" کہتے ہیں اور وہ کہتا ہے کہ سو مرتبہ "سُبْحَانَ اللّٰهِ" کہو تو وہ سو مرتبہ "سُبْحَانَ اللّٰهِ" کہتے ہیں۔

عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ تو نے انہیں کیا کہا ہے؟ فرمایا! میں تو آپ کے حکم اور رائے کا انتظار کر رہا ہوں اور انہیں کچھ نہیں کہا فرمایا: کیا تو نے انہیں حکم نہیں دیا کہ وہ اپنی برائیاں شمار کریں اور اپنی نیکیوں کو ضائع نہ کریں۔ پھر وہ چلے اور ہم بھی ان کے ساتھ چلے یہاں تک کہ وہ ان حلقوں میں سے ایک حلقہ کے پاس آئے، اور ان کے پاس کھڑے ہوئے، پس ان سے کہا! میں تمہیں کیا کرتے دیکھ رہا ہوں؟ انہوں نے کہا! اے ابوعبدالرحمان کنکریاں ہیں کہ ہم ان پر "اَللّٰهُ اَكْبَرُ" "لَا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ" اور "سُبْحَانَ اللّٰهِ" گنتے ہیں۔

فرمایا: پس تم اپنی برائیاں شمار کرو، میں ضامن ہوں کہ تمہاری نیکیاں ضائع نہ ہوں گی، اے امت محمدیہ! تمہارے لیے افسوس ہے، کتنی جلدی تم ہلاک ہونے والے ہو۔ تمہارے نبی ﷺ

کے بہت سارے صحابہ موجود ہیں، اور یہ آپ کے کپڑے ہیں جو ابھی بوسیدہ نہیں ہوئے، اور آپ کے برتن ابھی تک نہیں ٹوٹے، قسم ہے اس ذات کی جس کے ہاتھ میں میری جان ہے، یقیناً تم ایسے دین پر چلنا چاہتے ہو جو محمد ﷺ کی ملت سے بھی زیادہ ہدایت والا ہے یا تم گمراہی کا دروازہ کھول رہے ہو۔ انہوں نے کہا: اے ابوعبدالرحمٰن! ہم نے تو بھلائی کا ارادہ ہی کیا ہے۔

فرمایا: کتنے ہی لوگ بھلائی کرنا چاہتے ہیں لیکن وہ اس کو پہنچ نہیں سکتے (یعنی وہ بظاہر تو بھلائی کا کام کرتے ہیں لیکن درحقیقت وہ بھلائی نہیں ہوتی)، یقیناً رسول اللہ ﷺ نے ہمیں بیان کیا کہ ایسی قوم بھی ہوگی جو قرآن پڑھیں گے لیکن وہ ان کے حلقوں سے نیچے نہیں اترے گا، اور اللہ کی قسم! مجھے معلوم نہیں کہ شاید ان کے اکثر تمہیں سے ہوں، پھر ان سے پھرے۔

عمرو بن سلمۃ فرماتے ہیں: ہم نے دیکھا کہ ان حلقوں والے اکثر لوگ نہروان کے دن خوارج کے ساتھ مل کر ہمارے خلاف تیر اندازی کر رہے تھے۔ ❶

اپنی طرف سے دین میں اضافہ کر کے ''کیا حرج ہے'' کہنے والے اس واقعہ سے بھی عبرت پکڑیں کہ اپنی طرف سے دین میں زیادتی اور کمی کرنا کتنا خطرناک فعل ہے۔

مزید برآں سنن دارمی کے مقدمہ میں اسی قبیل کے کئی واقعات و آثار موجود ہیں۔

رسول اللہ ﷺ کی حدیث ہے:

((مَنْ عَمِلَ عَمَلاً لَيْسَ عَلَيْهِ أَمْرُنَا فَهُوَ رَدٌّ.)) ❷

''جس نے کوئی بھی ایسا کام کیا جس پر ہمارا حکم نہیں پس وہ کام مردود ہے۔''

صحیح بخاری میں یہی روایت ان الفاظ سے مروی ہے

((مَنْ اَحْدَثَ فِيْ اَمْرِنَا مَالَيْسَ فِيْهِ فَهُوَ رَدٌّ .)) ❸

---

❶ سنن دارمی رقم (۲۱۰) ومجمع الزوائد رقم (۸۶۳)

❷ صحیح مسلم کتاب الأقضية باب نقض الأحكام الباطلة ورد محدثات الامور حدیث نمبر (۴۴۹۳)

❸ صحیح بخاری حدیث رقم (۲۶۹۷)

''جس نے ہمارے دین (اسلام) میں (اپنی طرف سے) کوئی نئی بات ایجاد کی جو اس میں سے نہیں، تو وہ مردود ہے۔''

امام بغوی رحمہ اللہ نے اس کے الفاظ یوں بیان فرمائے ہیں:

((مَنْ اَحْدَثَ فِیْ دِیْنِنَامَالَیْسَ مِنْهُ فَهُوَ رَدٌّ .)) [1]

''جس نے ہمارے اس دین (اسلام) میں (اپنی طرف سے) کوئی نئی بات ایجاد کی جو اس سے نہیں، تو وہ مردود ہے۔''

بلکہ دین میں بدعت ایجاد کرنے والے شخص پر دن رات اللہ تعالیٰ کی لعنتیں اور پھٹکاریں برستی ہیں، رسول اللہ ﷺ کی حدیث ہے۔

((لَعَنَ اللّٰهُ مَنْ اَحْدَثَ فِی الْاِسْلَامِ حَدثاً .)) [2]

''اللہ تعالیٰ اس شخص پر لعنت فرمائے جس نے اسلام میں کوئی نئی بات ایجاد کی۔''

یاد رہے کہ چور، ڈکیت اور زانی وغیرہ راہ راست پر آسکتے ہیں۔ لیکن بدعتی نہ تو راہِ راست پر آتا ہے اور نہ ہی اسے توبہ کرنے کی توفیق ملتی ہے۔ رسول اللہ ﷺ کی حدیث ہے:

((اِنَّ اللّٰهَ حَجَبَ التَّوْبَةَ عَنْ کُلِّ صَاحِبِ بِدْعَةٍ .)) [3]

''یقیناً اللہ تعالیٰ نے ہر بدعتی سے توبہ کو روک رکھا ہے۔''

کیونکہ بدعتی اپنے عمل بدعت کو ثواب سمجھ کر کرتا ہے اور ثواب کے کام سے توبہ کیسے کی جاسکتی ہے؟ حالانکہ بدعت خواہ کتنی ہی اچھی اور بھلی معلوم ہو وہ بدعت ہی ہوتی ہے جو بتدریج آگ میں لے جاتی ہے۔

رسول اللہ ﷺ کی حدیث ہے:

((کُلُّ بِدْعَةٍ ضَلَالَةٌ، وَ اِنْ رَاٰهَا النَّاسُ حَسَنَة .)) [4]

---

[1] شرح السنة باب رد البدع والأهواء رقم (۱۰۳)

[2] مسند الربیع رقم (۳۷۲)

[3] المعجم الأوسط للطبرانی رقم (۲۸۱/۳)

[4] ذم الکلام رقم: ۲۷۶

"ہر بدعت گمراہی ہے، اگر چہ لوگ اسے اچھا ہی سمجھیں۔"

حضرت علی رضی اللہ عنہ سے مرفوعاً مروی ہے کہ:

((لَعَنَ اللّٰهُ مَنْ ذَبَحَ لِغَيْرِ اللّٰهِ وَلَعَنَ اللّٰهُ مَنْ سَرَقَ مَنَارَ الْأَرْضِ وَلَعَنَ اللّٰه مَنْ لَعَنَ وَالِدَيْهِ وَلَعَنَ اللّٰهُ مَنْ أَوٰى مُحْدِثاً.)) [1]

"اللہ تعالیٰ نے اس شخص پر لعنت کی جس نے غیر اللہ کے نام پر جانور کو ذبح کیا اور اللہ تعالیٰ نے اس شخص پر لعنت کی جو زمین کی نشانات چرائے۔ اور اللہ تعالیٰ نے اس شخص پر لعنت کی جو اپنے والدین کو لعنت کرتا ہے، اور اللہ تعالیٰ نے اس شخص پر لعنت کی جس نے بدعتی کو جگہ دی۔"

اسی طرح حضرت انس رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

((اَلْمَدِيْنَةُ حَرَمٌ مِنْ كَذَا إِلٰى كَذَا لَايُقْطَعُ شَجَرُهَا وَلَايُحْدَثُ فِيْهَا حَدَثٌ مَنْ أُحْدَثَ فِيْهَا حَدَثًا فَعَلَيْهِ لَعْنَةُ اللّٰهِ وَالْمَلَائِكَةِ وَالنَّاسِ اَجْمَعِيْنَ.)) [2]

"مدینہ حرمت والا ہے فلاں جگہ (عیر) سے فلاں جگہ (ثور) تک۔ اس علاقہ کا درخت نہیں کاٹا جائے گا، جس نے اس کی حدود میں کوئی نئی بات پیدا کی اس پر اللہ تعالیٰ کی، فرشتوں کی اور تمام انسانوں کی لعنت ہے۔"

حضرت علی رضی اللہ عنہ سے مدینہ کے بارے میں اسی طرح ایک حدیث مروی ہے جس کے الفاظ یوں ہیں کہ:

((مَنْ اَحْدَثَ فِيْهَا حَدَثاً أَوْ أَوٰى فِيْهَا مُحْدِثًا فَعَلَيْهِ لَعْنَةُ اللّٰهِ

---

[1] صحيح مسلم كتاب الاضاحى ،باب تحريم الذبح لغيرالله (١٩٧٨). مسند احمد (٩٥٣) شرح السنة (١١/٢٢٦) سنن نسائى، كتاب الضحايا، باب ذبح لغير الله عزوجل (٤٤٣٤).

[2] صحيح بخارى ، رقم(١٨٦٧) وصحيح مسلم رقم(٣٣٣٠)

وَالْمَلَائِكَةِ وَالنَّاسِ اَجْمَعِيْنَ، لَا يُقْبَلُ مِنْهُ صَرْفٌ وَلَا عَدْلٌ.)) [1]

''پس اس میں جو کوئی نئی بات نکالے گا اس پر اللہ تعالیٰ کی، فرشتوں کی اور تمام انسانوں کی لعنت ہے اس سے فرض یا نفل عبادت قبول نہیں کی جائے گی۔''

لہٰذا اس دین پر کوئی اضافہ نہ کیا جائے یہ بھی رسول اللہ ﷺ کا حق ہے۔

ساتواں حق:......رسول اللہ ﷺ سے خیر خواہی:

آپ ﷺ کے حقوق میں سے ایک حق یہ ہے کہ رسول اللہ ﷺ کے ساتھ پوری طرح خیر خواہی ہو جس کی دلیل رسول اللہ ﷺ کی یہ حدیث ہے جسے امام مسلم رحمۃ اللہ علیہ نے اپنی صحیح میں حضرت تمیم داری رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے، وہ فرماتے ہیں۔

((اَنَّ النَّبِیَّ ﷺ قَالَ الدِّيْنُ النَّصِيْحَةُ قُلْنَا لِمَنْ؟ قَالَ لِلّٰهِ وَلِكِتَابِهِ وَلِرَسُوْلِهِ وَلِاَئِمَّةِ الْمُسْلِمِيْنَ وَعَامَّتِهِمْ.)) [2]

''یقیناً نبی اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا دین خیر خواہی کا نام ہے۔ہم نے کہا کس کے لیے؟ فرمایا اللہ کے لیے اور اس کی کتاب کے لیے اور اس کے رسول کے لیے اور آئمہ مسلمین اور تمام مسلمانوں کے لیے۔''

مولانا سید محمد داؤد غزنوی اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں:

''عربی لغت میں نصیحت کا لفظ بڑا جامع ہے، اور اس کے معانی بڑے وسیع ہیں، اسی وسعت کے لحاظ سے معنی سمجھنا چاہیے......اللہ پاک کے رسول (ﷺ) سے نصیحت (خیر خواہی) یہ ہے کہ ان پر ایمان خالص ہو۔ان کی تعظیم دل و جان سے بجالائے۔ان کی سنت کی پیروی کرے اور آپ ﷺ کے پیغام کی دنیا میں اشاعت کرے......

[1] صحیح البخاری کتاب الجزیة، باب ذمه المسلمین و جوارهم واحدة .(۳۱۷۲-۳۱۷۹) وكتاب فضائل المدينة (۱۸۷۰) وكتاب الفرائض (٦٧٥٥) وكتاب الاعتصام بالكتاب والسنة (۷۳۰۰) مسند احمد (٦١٥) صحیح مسلم (۳۳۲۷،۳۳۲۸)

[2] صحیح مسلم رقم: (۱۹٦)

اس حدیث کو محدثین نے ان چند احادیث میں شمار کیا ہے جن پر فقہ اسلامی کا مدار ہے۔"

آپ ﷺ کا پیغام جسے آپ ﷺ نے دنیا کے سامنے پیش کیا وہ پیغام توحید ہے، بلکہ یہ پیغام تمام انبیاء ورسل کا پیغام ہے جیسا کہ ارشاد باری تعالیٰ ہے:

﴿ وَمَآ اَرْسَلْنَا مِنْ قَبْلِكَ مِنْ رَّسُوْلٍ اِلَّا نُوْحِيْٓ اِلَيْهِ اَنَّهٗ لَآ اِلٰهَ اِلَّآ اَنَا فَاعْبُدُوْنِ۝ ﴾ (سورة الانبياء: ٢٥)

"تجھ سے پہلے بھی جو رسول ہم نے بھیجا اس کی طرف یہی وحی نازل فرمائی کہ میرے سوا کوئی معبود برحق نہیں پس تم سب میری ہی عبادت کرو۔"

فخر موجودات جناب محمد رسول اللہ ﷺ نے توحید کی اشاعت وترویج کی خاطر پوری زندگی کھپا دی، اور اس راہ میں آنے والی ہر تکلیف کو برداشت کیا، خصوصی طور پر مکی زندگی کا تو کوئی دن ایسا نہ گذرا ہوگا جو پیارے نبی ﷺ نے راحت وسکون سے گذارا ہو، قرآن کریم آپ ﷺ کا مشن اور پیغام ان الفاظ میں بیان کرتا ہے:

﴿ قُلْ اِنَّمَآ اَنَا بَشَرٌ مِّثْلُكُمْ يُوْحٰٓى اِلَيَّ اَنَّمَآ اِلٰهُكُمْ اِلٰهٌ وَّاحِدٌ فَمَنْ كَانَ يَرْجُوْا لِقَآءَ رَبِّهٖ فَلْيَعْمَلْ عَمَلًا صَالِحًا وَّ لَا يُشْرِكْ بِعِبَادَةِ رَبِّهٖٓ اَحَدًا۝ ﴾ (سورة الكهف ١١٠)

"آپ کہہ دیجیے کہ میں تو تم جیسا ہی ایک انسان ہوں (ہاں) میری جانب وحی کی جاتی ہے کہ سب کا معبود صرف ایک ہی معبود ہے تو جسے بھی اپنے پرودگار سے ملنے کی آرزو ہو اسے چاہیے کہ نیک اعمال کرے اور اپنے پروردگار کی عبادت میں کسی کو بھی شریک نہ کرے۔"

دوسرے مقام پر فرمایا:

﴿ قُلْ اِنَّمَا هُوَ اِلٰهٌ وَّاحِدٌ وَّ اِنَّنِيْ بَرِيْٓءٌ مِّمَّا تُشْرِكُوْنَ۝ ﴾

(سورۂ انعام: ١٩)

''(اے محمد ﷺ) کہہ دیجیے کہ معبود صرف وہ ایک ہی ہے اور بے شک میں تمہارے شرک سے بیزار ہوں۔''

اسی طرح صحیح ابن حبان اور صحیح ابن خزیمۃ میں ہے کہ آپ ﷺ نے اپنی دعوت کا آغاز توحید سے کیا، فرمایا:

((یَاأَیُّهَا النَّاسُ قُوْلُوْا لَا إِلٰهَ إِلَّا اللّٰهُ تُفْلِحُوْا.)) [1]

''اے لوگو! لا اله الا الله کا اقرار کرو تم کامیاب ہو جاؤ گے۔''

یہ آپ ﷺ کا مشن ہے اسے روکنے کی کوششیں کی گئیں، آپ کے راستے میں کانٹے بچھائے گئے، پتھر مارے گئے اور کبھی آپ ﷺ کو ساحر، دیوانہ اور مجنون کہا گیا لیکن آپ ﷺ اپنے مشن سے باز نہ آئے اور اس مشن میں کوئی چیز رکاوٹ نہ بنی۔

ایک وقت آپ ﷺ کو لالچ بھی دیا گیا کہ آپ ﷺ کسی خوبصوت عورت سے نکاح کر لیں، مکہ کی بادشاہت لے لیں یا سونے اور چاندی کا تعین کر لیں تمہارے قدموں میں لا کر ڈھیر کر دیں گے، رسول اللہ ﷺ نے فرمایا اگر سورج میرے دائیں ہاتھ پر اور چاند میرے بائیں ہاتھ پر رکھ دو تو پھر بھی اللہ کی توحید بیان کرنے سے گریز نہیں کروں گا اور تمہارے بتوں کی تذلیل کرتا رہوں گا، لات بھی جھوٹا ہے، منات بھی جھوٹا ہے، عزّیٰ بھی جھوٹا ہے اور یہ بیت اللہ میں رکھے گئے تین سو ساٹھ بت بھی جھوٹے ہیں، معبود برحق صرف ایک اللہ ہی ہے۔ [2]

یہ آپ ﷺ کا مشن تھا، آپ ﷺ کے ساتھ خیر خواہی اور نصیحت کا تقاضہ یہ ہے کہ اس مشن کو اختیار کیا جائے اور توحید کی دعوت کو عام کرنے کے لیے مختلف ذرائع استعمال میں لائے جائیں، یہ بھی رسول اللہ ﷺ کا حق ہے۔

---

[1] صحیح ابن حبان رقم (٦٥٦٢) مسند أحمد رقم: (٩١٦٠٢٣)

[2] مختصر سیرت الرسول (ص: ١٨١)

آٹھواں حق:......رسول اللہ ﷺ سے محبت:

آپ ﷺ کے حقوق سے آٹھواں حق آپ ﷺ سے محبت ہے۔ یاد رہے کہ محبت ایک جذبہ ہے کوئی مادّی شے نہیں کہ اسے ماپ اور تول سکیں، سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ پھر کس پیمانے سے ناپیں اور کس کسوٹی سے جانچیں کہ محبت کس سے زیادہ ہے یا کس سے کم؟ اس بات کو قرآن پاک نے بڑی وضاحت سے بیان فرمایا ہے ارشاد باری تعالیٰ ہے:

﴿ قُلْ اِنْ كَانَ اٰبَآؤُكُمْ وَ اَبْنَآؤُكُمْ وَ اِخْوَانُكُمْ وَ اَزْوَاجُكُمْ وَ عَشِيْرَتُكُمْ وَ اَمْوَالُ نِ اقْتَرَفْتُمُوْهَا وَ تِجَارَةٌ تَخْشَوْنَ كَسَادَهَا وَ مَسٰكِنُ تَرْضَوْنَهَآ اَحَبَّ اِلَيْكُمْ مِّنَ اللّٰهِ وَ رَسُوْلِهٖ وَ جِهَادٍ فِيْ سَبِيْلِهٖ فَتَرَبَّصُوْا حَتّٰى يَاْتِيَ اللّٰهُ بِاَمْرِهٖ وَاللّٰهُ لَا يَهْدِى الْقَوْمَ الْفٰسِقِيْنَ۝ ﴾

(سورہ التوبہ: ۲۴)

’’آپ کہہ دیجیے کہ اگر تمہارے باپ اور تمہارے لڑکے اور تمہارے بھائی اور تمہاری بیویاں اور تمہارے کنبے قبیلے اور تمہارے کمائے ہوئے مال اور وہ تجارت جس کی کمی سے تم ڈرتے ہو اور وہ حویلیاں جنہیں تم پسند کرتے ہو اگر یہ تمہیں اللہ سے اور اس کے رسول سے اور اس کی راہ میں جہاد سے بھی زیادہ عزیز ہیں تو تم انتظار کرو کہ اللہ تعالیٰ اپنا عذاب لے آئے اللہ تعالیٰ فاسقوں کو ہدایت نہیں دیتا۔‘‘

اس آیت میں یہ نہیں کہا گیا کہ اپنے گھرانے اور اپنے قبیلے کے افراد کو تم عزیز کیوں رکھتے ہو؟ نہ ہی یہ کہا گیا ہے کہ اپنی دولت اور اپنے مکانوں سے تمہیں محبت کیوں ہے؟ بلکہ کہا یہ گیا ہے کہ اگر یہ مال و دولت اور رشتے تمہیں اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول ﷺ اور اس کے رستے میں جہاد سے زیادہ محبوب ہیں تو تم حلقۂ اطاعت سے باہر ہوئے جاتے ہو۔ یہ ساری چیزیں اپنی اپنی جگہ ضروری ہیں اور ان کی اہمیت و افادیت بھی ناگزیر اور قلوب انسانی میں ان سب کی محبت بھی طبعی ہے لیکن جب بھی اللہ تعالیٰ اس کے رسول ﷺ اور غیر اللہ کی محبت میں

تصادم ہو تو غیر اللہ کو خیر باد کہہ دیا جائے۔

جب تک تمام کائنات اور تمام موجودات سے حضور اقدس ﷺ کی ذات عزیز تر نہ ہو جائے ایمان ناقص وادھورا ہے۔ احادیث میں رسول اللہ ﷺ نے اس مضمون کو وضاحت سے بیان فرمایا چنانچہ آپ ﷺ کا ارشادِ گرامی ہے:

((لَا يُؤْمِنُ عَبْدٌ حَتّٰى اَكُوْنَ اَحَبَّ إِلَيْهِ مِنْ اَهْلِهِ وَمَالِهِ وَالنَّاسِ اَجْمَعِيْنَ.)) [1]

''کوئی بندہ مومن نہیں ہوتا جب تک اس کو میری محبت، گھر والوں اور مال اور سب لوگوں سے زیادہ نہ ہو۔''

رسول اللہ ﷺ سے اپنی جان سے زیادہ محبت کرنے کی فرضیت پر درج ذیل حدیث شریف دلالت کرتی ہے:

((رَوَى الْاِمَامُ الْبُخَارِيُّ عَنْ عَبْدِاللّٰهِ بْنِ هِشَامٍ رضي الله عنه قَالَ كُنَّا مَعَ النَّبِيِّ ﷺ وَهُوَ آخِذٌ بِيَدِ عُمَرَ بْنِ الْخَطَّابِ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ فَقَالَ لَهُ عُمَرُ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ ﷺ لَأَنْتَ اَحَبُّ إِلَيَّ مِنْ كُلِّ شَيْئٍ إِلَّا نَفْسِيْ فَقَالَ النَّبِيُّ ﷺ لَا وَالَّذِيْ نَفْسِيْ بِيَدِهِ حَتّٰى اَكُوْنَ اَحَبَّ اِلَيْكَ مِنْ نَفْسِكَ فَقَالَ لَهُ عُمَرُ فَاِنَّهُ الْآنَ وَاللّٰهِ لَأَنْتَ أَحَبُّ إِلَيَّ مِنْ نَفْسِيْ فَقَالَ النَّبِيُّ ﷺ الْآنَ يَا عُمَرُ.)) [2]

''امام بخاری رحمہ اللہ اللہ تعالیٰ نے عبداللہ بن ہشام رضی اللہ عنہ کی روایت کو بیان کیا وہ کہتے ہیں کہ ہم نبی ﷺ کے ساتھ تھے اور آپ ﷺ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے ہاتھ کو پکڑے ہوئے تھے تو عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ اے اللہ کے رسول آپ مجھے میری جان کے سوا ہر چیز سے زیادہ محبوب ہیں تو نبی ﷺ نے فرمایا کہ نہیں۔ قسم

---

[1] صحیح مسلم (رقم: ۱۶۸)

[2] صحیح بخاری رقم ۳۶۹۴، ۶۶۳۲

ہے اس ذات کی جس کے ہاتھ میں میری جان ہے۔ حتیٰ کہ میں تیری جان سے بھی زیادہ محبوب ہو جاؤں، تو عمر رضی اللہ عنہ نے آپ ﷺ سے کہا کہ۔ اللہ کی قسم! اب یقیناً آپ مجھے میری جان سے بھی زیادہ محبوب ہیں، تو نبی ﷺ نے فرمایا 'اب' اے عمر رضی اللہ عنہ (بات بنی ہے)''

مذکورہ بالا حدیث میں دیگر باتوں کے علاوہ ایک انتہائی قابل توجہ بات یہ ہے کہ جناب رسول صادق وامین ﷺ نے قسم کھا کر بیان فرمایا کہ ایمان کی تکمیل کے لیے آپ ﷺ کا مومن کو اپنی جان سے زیادہ محبوب وعزیز ہونا ضروری ہے حالانکہ آپ ﷺ کی ذاتِ گرامی اس قدر رفیع المرتبت ہے کہ آپ قسم نہ بھی کھائیں تب بھی آپ کی ہر بات ٹھیک اور شک وشبہ سے بلند و بالا ہے اور جب آپ کوئی بات قسم کھا کر فرمادیں تو وہ بات کتنی زیادہ پختہ ہوگی کیونکہ معلوم ہے کہ قسم کلام کی پختگی پر دلالت کرتی ہے۔ [1]

ہر مسلمان پر فرض ہے کہ جناب نبی کریم ﷺ اس کے نزدیک اپنے والد اور اولاد سے بھی زیادہ پیارے ہوں درج ذیل حدیث اس بات پر دلالت کرتی ہے:

((عَنْ اَبِیْ هُرَیْرَةَ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهُ أَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ ﷺ قَالَ فَوَالَّذِیْ نَفْسِیْ بِیَدِهٖ لَایُؤْمِنُ اَحَدُکُمْ حَتّٰی اَکُوْنَ اَحَبَّ اِلَیْهِ مِنْ وَالِدِهٖ وَوَلَدِهٖ.)) [2]

''حضرت ابو ہریرۃ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا پس اس ذات کی قسم جس کے ہاتھ میں میری جان ہے، تم میں سے اس وقت تک کوئی کامل مومن نہیں ہوسکتا حتیٰ کہ میں اس کے نزدیک اس کے والدین اور اولاد سے بھی زیادہ محبوب نہ بن جاؤں۔''

رسول اللہ ﷺ سے ایسی محبت ہو تو حاصل کیا ہوتا ہے؟ اس کے جواب کے لیے

---

[1] نبی کریم ﷺ سے محبت اور اس کی علامتیں ص (۱۰۔۱۴) بحوالہ عمدۃ القاری (۱/۱۴۳)

[2] صحیح بخاری رقم الحدیث (۱٤)

صحیح بخاری و مسلم کی مندرجہ ذیل حدیث دیکھیں جسے حضرت انس رضی اللہ عنہ نبی اکرم ﷺ سے بیان کرتے ہیں آپ ﷺ نے فرمایا:

((ثَلَاثٌ مَنْ كُنَّ فِيهِ وَجَدَ بِهِنَّ حَلَاوَةَ الْإِيمَانِ أَنْ يَكُونَ اللّٰهُ وَرَسُولُهُ اَحَبَّ إِلَيْهِ مِمَّا سِوَاهُمَا وَاَنْ يُحِبَّ الْمَرْءَ لَا يُحِبُّهُ إِلَّا لِلّٰهِ وَاَنْ يَكْرَهَ أَنْ يَعُودَ فِي الْكُفْرِ كَمَا يَكْرَهُ اَنْ يُقْذَفَ فِي النَّارِ.)) [1]

''تین باتیں جس میں ہوں اس نے ایمان کی لذت اور چاشنی پالی۔(۱) اللہ اور اس کا رسول اس کی طرف سب سے زیادہ محبوب ہوں (۲) اور وہ کسی سے صرف اللہ کے لیے محبت کرے (۳) اور وہ کفر میں لوٹنا اتنا ہی ناپسند خیال کرے جیسے کہ اس کو آگ میں ڈالا جانا ناپسند ہے۔''

اسی طرح جس شخص نے دنیا میں ایمان کی حالت میں نبی کریم ﷺ سے محبت کی وہ آخرت میں آپ ہی کے ساتھ ہوگا۔ درج ذیل حدیث شریف اس بات کو واضح کرتی ہے، جس کے راوی حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ ہیں، فرماتے ہیں:

((جَاءَ رَجُلٌ إِلَى رَسُولِ اللّٰه ﷺ فَقَالَ! يَا رَسُولَ اللّٰهِ مَتَى السَّاعَةُ؟ قَالَ: مَا أَعْدَدْتَ لِلسَّاعَةِ؟ قَالَ: حَبُّ اللّٰهِ وَرَسُولِهِ، قَالَ: فَإِنَّكَ مَعَ مَنْ أَحْبَبْتَ، قَالَ أَنَسٌ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ فَمَا فَرِحْنَا بَعْدَ الْإِسْلَامِ فَرَحاً أَشَدَّ مِنْ قَوْلِ النَّبِيِّ ﷺ «فَإِنَّكَ مَعَ مَنْ أَحْبَبْتَ» قَالَ أَنَسٌ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ فَأَنَا أُحِبُّ اللّٰهَ وَرَسُولَهُ وَأَبَابَكْرٍ وَ عُمَرَ رَضِيَ اللّٰه عَنْهُمَا فَأَرْجُوا أَنْ أَكُونَ مَعَهُمْ وَإِنْ لَمْ أَعْمَلْ بِأَعْمَالِهِمْ)) [2]

---

[1] صحیح بخاری رقم: (۱۶، ۶۹۴۱). صحیح مسلم رقم: (۱۶۵)

[2] صحیح بخاری رقم: (۶۱۷۱). صحیح مسلم رقم: (۶۷۱۳)

ایک آدمی رسول اللہ ﷺ کے پاس آیا، اس نے کہا: اے اللہ کے رسول قیامت کب آئے گی؟ آپ ﷺ نے فرمایا تو نے قیامت کے لیے کیا تیاری کی ہے؟ اس نے کہا اللہ اور رسول کی محبت، آپ نے فرمایا: کہ قیامت کے دن تو اپنے محبوب کے ساتھ ہی ہوگا۔ حضرت انس فرماتے ہیں کہ ہم کو اسلام قبول کرنے کے بعد سب سے زیادہ خوشی اس بات کی ہوئی کہ "آدمی اپنے محبوب کے ساتھ ہوگا" حضرت انس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ میں اللہ اور اس کے رسول اور ابوبکر و عمر سے محبت رکھتا ہوں، اور مجھے امید ہے کہ میں انہی کے ساتھ ہوں گا اگرچہ میں ان جیسے اعمال نہ کر سکا۔"

اسی طرح آپ ﷺ کا ارشاد گرامی ہے:

((اَلْمَرْءُ مَعَ مَنْ اَحَبَّ.)) ❶

"آدمی اپنے محبوب کے ساتھ ہوگا۔"

اب دیکھنا ہے کہ محبت کہتے کس کو ہیں؟ حافظ ابن حجر رحمہ اللہ اس کے بارے میں لکھتے ہیں:

((وَحَقِيقَةُ الْمَحَبَّةِ عِنْدَ أَهْلِ الْمَعْرِفَةِ مِنَ الْمَعْلُومَاتِ الَّتِيْ لَاتُحَدُّ، وَإِنَّمَايَعْرِفُهَا مَنْ قَامَتْ بِهِ وِجْدَاناً وَلَايُمْكِنُ التَّعْبِيْرُ عَنْهَا.)) ❷

"اہل معرفت کے ہاں محبت "ایسی معلومات سے ہے جس کی کوئی حد نہیں صرف اس کو وہ جانتا ہے جو وجدانی طور پر اس کو قائم رکھے، اور اس کی تعبیر ممکن ہی نہیں ہے۔"

اور حافظ ابن القیم الجوزیۃ رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

((لَا تُحَدُّ الْمَحَبَّةُ بِحَدٍّ أَوْضَحَ مِنْهَا، فَالْحُدُودُلَا تَزِيْدُهَا إِلَّا خِفَاءً وَجَفَاءً فَحَدُّهَاوُجُودُهَا وَلَا تُوْصَفُ الْمَحَبَّةُ بِوَصْفٍ أَظْهَرَمِنَ

❶ صحيح بخاری، رقم: (٦١٧٠)، صحيح مسلم، رقم: (٦٧١٨)

❷ فتح الباری (١٠/٤٦٣)

الْمَحَبَّةِ، وَإِنَّمَا يَتَكَلَّمُ النَّاسُ فِي أَسْبَابِهَا، وَمُوجِبَاتِهَا، وَعَلَامَاتِهَا، وَشَوَاهِدِهَا، وَثَمَرَاتِهَا، وَأَحْكَامِهَا فَحُدُودُهُمْ وَرُسُومُهُمْ دَارَتْ عَلَى هَذِهِ السِّتَّةِ، وَتَنَوَّعَتْ بِهِمُ الْعِبَارَاتُ وَكَثُرَتِ الاشَارَاتُ، بِحَسْبِ إِدْرَاكِ الشَّخْصِ وَمَقَامِهِ وَحَالِهِ وَملكه لِلْعِبَارَةِ.)) [1]

''محبت کی اس سے زیادہ واضح حد نہیں ہے پس اس (محبت) کی تعریفات اس کو پوشیدگی اور جفاء میں ہی زیادہ کریں گی۔ اس کا پایا جانا اس کی حد ہے اور محبت کا محبت کے علاوہ کوئی واضح وصف بیان نہیں کیا جا سکتا۔ لوگوں نے اس کے اسباب، موجبات اور علامات، شواہد، ثمرات اور احکامات کے بارے میں بحث کی ہے۔ ان کی حدود اور رسومات اسی طریقہ پر گھومتی رہی ہیں۔ عبارات اس کے متعلق مختلف اور اشارات بہت زیادہ ہو گئے ہیں۔ ہر شخص نے اسے اپنے ادراک کے مطابق، مقام، حال اور ملک کے مطابق تعبیر کیا ہے۔''

چنانچہ نبی کریم ﷺ سے محبت کی علامتیں مندرجہ ذیل ہیں۔

① نبی کریم ﷺ کے دیدار اور صحبت کی شدید تمنا

② نبی کریم ﷺ پر جان و مال نچھاور کرنے کے لیے ہمہ وقت کامل استعداد۔

③ نبی کریم ﷺ کے اوامر کی تعمیل اور نواہی سے اجتناب۔

④ نبی کریم ﷺ کی سنت کی حمایت و تائید اور آپ پر نازل کردہ شریعت کا دفاع۔
(تفصیل دیکھیں۔ نبی کریم ﷺ سے محبت اور اس کی علامتیں)

⑤ آپ ﷺ کا ذکر کثرت سے کرنا درود و سلام پڑھنا

⑥ آپ ﷺ کے محبوبوں سے محبت اور دشمنوں سے دشمنی

صحابہ کرام کے دل میں رسول اللہ ﷺ کے لیے کتنی محبت تھی؟ ہم چند واقعات بیان

---

[1] مدارج السالکین (۹/۳)

کرتے ہیں۔

اس عورت کو یاد کیجیے گا کہ جنگ احد میں اسے اطلاع ملی اللہ کے رسول ﷺ شہید کردیئے گئے، بے قرار ہوکر گھر سے باہر نکلی۔ راستے میں اسے اطلاع ملی کہ تیرا باپ شہید ہوگیا۔ کہا پرواہ نہیں۔ آگے بڑھی، اطلاع ملی کہ تیرا بھائی شہید ہوگیا، پرواہ نہیں، اللہ کے رسول کا بتاؤ، لوگوں نے کہا وہ خیریت سے ہیں، کہا، جب تک دیکھ نہیں لوں گی اس وقت تک مجھے قرار نہیں آئے گا، اور آگے بڑھی، اللہ کے پیغمبر نظر آگئے کہتی ہے:((أَلَا كُلُّ شَيْءٍ خَلَاهُ جَلَلٌ)) یارسول اللہ ﷺ آپ کو دیکھ لیا اب ساری مصیبتیں جھیلنا آسان ہوگئیں، اب نہ باپ کا صدمہ، اور نہ شوہر کا صدمہ، اور نہ بھائی کا صدمہ بس اب آپ کو دیکھ لیا ساری مصیبتیں اور ساری تکلفیں مٹ گئیں۔ [1]

اللہ کے پیغمبر تھے صحابہ کرام اور صحابیات آپ کی زیارت کرتے، آپ ﷺ کا انتقال ہوگیا، انس بن مالک رضی اللہ عنہ کا قول ہے کہ جس دن اللہ کے پیغمبر کا انتقال ہوا۔ اس سے تاریک اور سیاہ دن ہم نے نہیں دیکھا، دفن کرکے گھر آئے، فاطمہ رضی اللہ عنہا نے انس سے پوچھا کہ تمہارے دل نے کیسے گوارہ کرلیا کہ تم نے پیغمبر کے جسم اطہر پر مٹی ڈال دی۔ [2]

امیر عمر رضی اللہ عنہ اپنے دور خلافت میں گشت پر ہیں کہ ایک گھر میں چراغ جل رہا ہے، تفتیش کی کہ چراغ کیوں جل رہا ہے؟ آدھی رات گزر گئی اس گھر کے مکین کیوں نہیں سوئے؟ دیکھا کہ ایک بڑھیا تہجد پڑھ رہی ہے اس کی زباں پر جملے آگئے، کچھ جملے مقفّٰی تھے شعر بن گئے ان سے ایک شعر کا مفہوم کچھ یوں ہے کہ میں راتوں کو قیام کرتی ہوں، پوری پوری رات قیام میں گزار دیتی ہوں اور جب سحری کا وقت ہوتا ہے تو روتی ہوں اور گڑگڑاتی ہوں اور میری یہ خواہش ہے اور میری یہ تمنا ہے کاش کوئی مجھے آکر بتادے کہ میری تمنا پوری ہوسکتی ہے یا کہ نہیں؟ وہ تمنا کیا ہے؟ وہ تمنا یہ ہے کہ کوئی آکر بتادے کہ قیامت کے دن اپنے پیغمبر کی جھلک

---

[1] البداية والنهاية: (٤/٤١)
[2] البداية والنهاية: (٥/٢٥٤)

دیکھ پاؤں گی یا نہیں؟ اس جھلک کی خاطر رات کو سوتی نہیں قیام کرتی ہوں اور اللہ سے دعائیں کرتی ہوں اور سحر کے وقت استغفار کرتی ہوں، روتی ہوں، صرف ایک ہی خواہش ہے کہ دنیا کی زندگی میں بار بار اللہ کے پیغمبر کو دیکھوں، اب یہ موقع ختم ہو چکا، اللہ کے پیغمبر انتقال کر گئے قیامت کا دن ہوگا، اللہ کے پیغمبر کا درجہ اونچا ہوگا اور ہمارا درجہ نیچے ہوگا، کاش مجھے موت کی خبر آ کر بتا دے کہ تمہاری ان تہجدوں کا اور ان رونے دھونے کا کوئی نتیجہ حاصل ہو جائے گا کیسی محبت؟ ایسی محبت کہ اللہ کے پیغمبر کے دفاع کی خاطر اور نبی اکرم ﷺ کے دین کے دفاع کی خاطر بڑے بڑے صحابہ نے قربانیاں دیں۔ اپنا خون، جان اور مال سب کچھ لٹا دیا، اور کہا جہاں اللہ کے پیغمبر کے پسینے کا قطرہ گرے گا وہاں اپنا خون بہا دیں گے اللہ کے پیغمبر کے آگے، اللہ کے پیغمبر کے پیچھے، اللہ کے پیغمبر کے دائیں اور بائیں لڑیں گے۔

جناب رسول کریم ﷺ کے ایک اور سچے محب کو دیکھتے ہیں کہ جب بھی اس کے ذہن میں آنحضرت ﷺ کا اور اپنی موت کا تصور آتا ہے تو وہ پریشان ہو جاتا ہے، اس کی پریشانی کا سبب یہ اندیشہ ہے کہ اگر وہ جنت میں داخل ہو بھی گیا تب بھی نبی کریم ﷺ کے چہرہ پر انوار کا دیدار نہ کر سکے گا، کیونکہ آپ تو وہاں حضرات انبیاء کرام کے ساتھ تشریف فرما ہوں گے اور یہ صحابی کہیں نچلے درجے میں ہوگا، اس محب صادق کا قصہ امام طبرانی نے ام المؤمنین عائشہ صدیقہ بنت ابی بکر صدیق رضی اللہ عنہا کے حوالہ سے بایں الفاظ لکھا ہے:

((جَاءَ رَجُلٌ إِلَى النَّبِيِّ ﷺ فَقَالَ: يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ! إِنَّكَ لَأَحَبُّ إِلَيَّ مِنْ نَفْسِيْ وَإِنَّكَ لَأَحَبُّ إِلَيَّ مِنْ وَلَدِيْ وَإِنِّيْ لَأَكُوْنُ فِي الْبَيْتِ فَأَذْكُرُكَ فَمَا أَصْبِرُ حَتّٰى آتِيَكَ فَأَنْظُرَ إِلَيْكَ وَإِذَا ذَكَرْتُ مَوْتِيْ وَ مَوْتَكَ عَرَفْتُ أَنَّكَ إِذَا دَخَلْتَ الْجَنَّةَ رُفِعْتَ مَعَ النَّبِيِّيْنَ، وَإِنِّيْ إِذَا دَخَلْتُ الْجَنَّةَ خَشِيْتُ أَنْ لَا أَرَاكَ فَلَمْ يَرُدَّ عَلَيْهِ النَّبِيُّ ﷺ حَتّٰى نَزَلَ جِبْرِئِيْلُ عَلَيْهِ السَّلَامُ بِهٰذِهِ الْآيَةِ: ﴿ وَمَنْ يُّطِعِ

اللّٰهَ وَالرَّسُوْلَ فَأُولٰئِكَ مَعَ الَّذِيْنَ أَنْعَمَ اللّٰهُ عَلَيْهِمْ مِّنَ النَّبِيّٖنَ وَالصِّدِّيْقِيْنَ ﴾(النساء: ٦٩).[1]

''ایک آدمی رسول اللہ ﷺ کے پاس آیا اور کہا! اے اللہ کے رسول! بے شک آپ مجھے میری جان سے بھی زیادہ محبوب ہیں اور آپ مجھے میری اولاد سے بھی زیادہ محبوب ہیں اور بے شک جب میں گھر میں ہوتے ہوئے آپ کو یاد کرتا ہوں تو اس وقت تک میں صبر نہیں کرتا جب تک میں آپ کے پاس آکر دیکھ نہ لوں، اور جب میں اپنی اور آپ کی موت کو یاد کرتا ہوں تو مجھے یقین ہے۔ کہ آپ تو اس وقت انبیاء کے ساتھ بلند و بالا مقام پر ہوں گے جب آپ جنت میں داخل ہوں گے، اور بے شک میں جنت میں داخل ہوں گا تو مجھے ڈر ہے کہ میں اس وقت آپ کو نہ دیکھ سکوں گا، تو نبی ﷺ نے اس بات کا جواب اس وقت تک نہیں دیا حتی کہ جبریل علیہ السلام یہ آیت لے کر نازل ہوئے ''اور جو شخص اللہ کی اور رسول ﷺ کی فرمانبرداری کرے، وہ ان لوگوں کے ساتھ ہوگا جن پر اللہ تعالیٰ نے انعام کیا ہے، جیسے نبی اور صدیق الی آخر الآیۃ''

اسی طرح ایک اور محب صادق کو فرمائش کرنے کا موقع میسر آتا ہے ان کی فرمائش کیا تھی؟ امام مسلم رحمہ اللہ نے اپنی صحیح میں ان کی زبانی ہی بیان فرمایا ہے، یہ حضرت ربیعہ بن کعب الاسلمی رضی اللہ عنہ ہیں فرماتے ہیں:

((كُنْتُ أَبِيْتُ مَعَ رَسُوْلِ اللّٰهِ ﷺ فَآتِيْهِ بِوَضُوْءِهِ وَحَاجَتِهِ فَقَالَ لِيْ "سَلْ" فَقُلْتُ: أَسْأَلُكَ مُرَافَقَتَكَ فِي الْجَنَّةِ" قَالَ أَوَغَيْرَ ذٰلِكَ؟ قُلْتُ هُوَ ذَاكَ. قَالَ فَأَعِنِّيْ عَلٰى نَفْسِكَ بِكَثْرَةِ السُّجُوْدِ.))[2]

---

[1] طبرانی أوسط رقم (٤٨٠) .

[2] صحیح مسلم رقم (١٠٩٤)

”حضرت ربیعہ بن کعب اسلمی رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ ﷺ کے پاس رات گزاری، آپ کی حاجت اور وضو کے لیے پانی لے کر حاضر ہوا، آپ نے فرمایا سوال کر، میں نے کہا کہ جنت میں آپ کی رفاقت چاہتا ہوں، فرمایا اس کے علاوہ؟ میں نے کہا بس یہی ہے، آپ نے فرمایا کہ کثرت سجود سے اپنے نفس پر میری مدد کرو۔“

دیکھیے! محب صادق کو فرمائش کا موقع میسر آیا تو بلا تردد جناب رسول اللہ ﷺ کی جنت میں رفاقت کا سوال کیا دوسرے موقع پر پھر اسی فرمائش کو دہرایا۔ [1] مال و متاع اور اغراضِ دنیوی کا تصور بھی ذہن میں نہیں آیا۔

محب صادق کے دل میں ہمیشہ اس بات کی تڑپ رہتی ہے کہ وہ اپنی جان و مال اپنے محبوب پر نثار کردے، حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کو دیکھیے کہ نبی اکرم ﷺ کی سلامتی کو خطرہ لاحق ہوتا ہے تو آپ کے آنسو نکل آتے ہیں امام احمد بن حنبل اپنی مسند میں بیان فرماتے ہیں:

((عَنِ الْبَرَاءِ بْنِ عَازِبٍ رضی اللہ عنہما قَالَ قَالَ اَبُوْبَكْرٍ رضی اللہ عنہ فَارْتَحَلْنَا وَالْقَوْمُ يَطْلُبُوْنَا. فَلَمْ يَدْرِكْنَا إِلَّا سُرَاقَةُ بْنِ مَالِكِ بْنِ جُعْشُمٍ عَلَى فَرَسٍ لَهُ، فَقُلْتُ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ! هٰذَا الطَّلَبُ قَدْ لَحِقَنَا فَقَالَ "لَاتَحْزَنْ اِنَّ اللّٰهَ مَعَنَا" حَتّٰى اِذَا دَنَا مِنَّافَكَانَ بَيْنَنَا وَبَيْنَهُ قَدْرُ رُمْحٍ أَوْ رُمْحَيْنِ أَوْثَلَاثَة قَالَ: قُلْتُ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ!هٰذَا الطَّلَبُ قَدْ لَحِقَنَا وَبَكَيْتُ قَالَ "لِمَ تَبْكِيْ؟"قَالَ قُلْتُ أَمَا وَاللّٰهِ مَاعَلٰى نَفْسِيْ أَبْكِيْ وَلٰكِنْ أَبْكِيْ عَلَيْكَ قَالَ فَدَعَا عَلَيْهِ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ فَقَالَ: اَللّٰهُمَّ! اكْفِنَاهُ بِمَاشِئْتَ فَسَاخَتْ قَوَائِمُ فَرَسِهِ إِلٰى بَطْنِهَا فِى اَرْض صَلْدٍ ......الحديث.)) [2]

---

[1] صحیح مسلم رقم (١٠٩٣) [2] بخاری، حدیث (٣٦١٥) مسند احمد بن حنبل رقم (٣)

''حضرت براء بن عازب رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہتے کہ ابو بکر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں، ہم نے ہجرت کا سفر کیا اور قوم ہم کو تلاش کر رہی تھی، ہم کو صرف سراقہ بن مالک اپنے گھوڑے پر ملا، میں نے کہا اے اللہ کے رسول ﷺ یہ طلب کرنے والا تو ہم کو آملا ہے، پس آپ نے کہا غم نہ کر، بے شک اللہ ہمارے ساتھ ہے حتی کہ وہ ہمارے قریب ہو گیا، ہمارے اور اس کے درمیان ایک نیزہ یا دو یا تین نیزے کا فاصلہ تھا۔ اس نے کہا، میں نے کہا کہ یہ تو ہم کو آملا ہے اور میں رو پڑا، آپ نے فرمایا کہ کیوں روتا ہے، میں نے کہا اللہ کی قسم اپنے لیے نہیں بلکہ آپ کی خاطر روتا ہوں، ابو بکر کہتے ہیں کہ نبی اکرم ﷺ نے اس پر بددعا کر دی فرمایا اے اللہ! اس کو جیسے چاہے کافی ہو جا پس اس کے گھوڑے کے گھٹنے پیٹ تک چٹیل زمین میں دھنس گئے۔''

یہ اس وقت کا واقعہ ہے جب سفر ہجرت میں سراقہ بن مالک جناب رسول اللہ ﷺ اور حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کا تعاقب کرتے کرتے ان کے بالکل قریب پہنچ جاتا ہے۔

اسی طرح معرکہ احد میں دیکھئے کہ شہیدانِ احد شہادت سے پہلے آنحضرت پر کس انداز میں فداکاری کا ثبوت دیتے ہیں۔ امام نسائی نے اپنی سنن میں حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہما کے حوالہ سے بیان فرمایا ہے کہ ''معرکہ احد میں جب مسلمان بھگدڑ میں منتشر ہو گئے اور رسول اللہ ﷺ کے ساتھ صرف گیارہ انصاری اور حضرت طلحہ بن عبید اللہ رضی اللہ عنہم رہ گئے تو مشرک نبی کریم ﷺ کے قریب پہنچ گئے، آپ ﷺ نے نگاہ بلند کرتے ہوئے فرمایا: قوم (مشرکین) کا مقابلہ کون کرے گا؟ حضرت طلحہ بن عبید اللہ نے عرض کیا ''میں'' رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: تم اپنی جگہ پر رہو، انصار میں سے ایک شخص نے عرض کیا ''میں'' اے اللہ کے رسول۔ آپ ﷺ نے فرمایا ''تم'' (ٹھیک ہے تم مشرکون کا مقابلہ کرو) اس شخص نے مشرکوں سے لڑائی کی یہاں تک کہ شہید ہو گیا۔ آپ ﷺ نے دیکھا کہ مشرک اسی جگہ ڈٹے ہوئے ہیں تو

آپ ﷺ نے فرمایا ''قوم کا مقابلہ کون کرے گا؟'' حضرت طلحہ رضی اللہ عنہ نے عرض کیا: ''میں'' آنحضرت ﷺ نے فرمایا ''تم'' اپنی جگہ پر رہو، ایک انصاری نے عرض کیا ''میں'' آپ ﷺ نے فرمایا ''تم'' (ہاں ٹھیک ہے تم مشرکوں کا مقابلہ کرو)۔ وہ شخص مشرکوں سے لڑتے ہوئے شہید ہوگیا، نبی اکرم ﷺ اسی طرح فرماتے رہے اور ہر مرتبہ ایک ایک انصاری سامنے آتے اور اپنے پیشرو کی طرح مشرکوں سے لڑتے ہوئے جام شہادت نوش فرمالیتے، یہاں تک کہ رسول اللہ ﷺ اور حضرت طلحہ بن عبید اللہ رضی اللہ عنہ باقی رہ گئے، تو رسول اللہ ﷺ نے فرمایا ''قوم (مشرکوں) کا مقابلہ کون کرے گا؟'' حضرت طلحہ نے عرض کیا ''میں'' حضرت طلحہ رضی اللہ عنہ نے گیارہ انصاریوں کے بقدر لڑائی کی دوران لڑائی ان کے ہاتھ پر وار ہوا اور ان کی انگلیاں کٹ گئیں انہوں نے کہا ''حس'' رسول اللہ ﷺ نے فرمایا ''اگر تو بسم اللہ کہتا تو فرشتے لوگوں کے سامنے ہی تجھے اٹھالیتے'' پھر اللہ تعالیٰ نے مشرکین کو پھیر دیا''[1]

اللہ اکبر! رسول کریم ﷺ سے سچی محبت کرنے والے گیارہ جان نثار آپ ﷺ پر اپنی جانوں کو نچھاور کر دیتے ہیں پھر بارہویں جان نثار آگے بڑھتے ہیں اور ان کی فداکاری کچھ معمولی نہ تھی بلکہ تنہا ان کی فداکاری گیارہ پہلے جان نثاروں کے بقدر تھی۔ ان کا ہاتھ رسول اللہ ﷺ کا دفاع کرتے ہوئے شل ہوگیا، امام بخاری حضرت قیس رضی اللہ عنہ سے بیان فرماتے ہیں کہ انہوں نے کہا ''میں نے طلحہ بن عبید اللہ رضی اللہ عنہ کا وہ ہاتھ دیکھا جو کہ رسول اللہ ﷺ کا دفاع کرتے ہوئے شل ہوگیا تھا۔[2]

آنحضرت ﷺ کا دفاع کرتے ہوئے صرف ان کا ہاتھ ہی شل نہ ہوا بلکہ سارا جسم چھلنی ہوگیا ان کے جسم پر کم وبیش ستر زخم آئے۔ امام ابو داؤد طیالسی حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ انہوں نے فرمایا ''پھر ہم طلحہ رضی اللہ عنہ کے پاس پہنچے جو کہ ایک گڑھے میں تھے اور ان کے جسم پر تیر و تلوار کے کم وبیش ستر زخم تھے۔[3]

---

[1] صحیح سنن نسائی (۲/۶۶۱) [2] صحیح بخاری (۷/۳۵۹)
[3] منحة المعبود فی ترتیب مسند ابی داؤد (۲/۹۹) فتح الباری (۷/۸۲-۸۳)

معرکہ احد کے زخمیوں میں سے ایک اور محبّ صادق کو دیکھتے ہیں کہ ان کے جسم پر تیر، تلوار اور خنجر کے ستر 70 کاری زخم ہیں اور ان کے اسی دارفانی اور اس میں موجود اہل وعیال اور مال ومتاع سے جدا ہونے میں چند لمحات باقی ہیں ان آخری لمحات میں انہیں کس بات کی فکر تھی؟

اس سوال کا جواب معلوم کرنے کے لیے امام حاکم کی حضرت زید بن ثابت رضی اللہ عنہ کے حوالہ سے مروی حدیث کا ترجمہ پڑھتے ہیں، حضرت زید فرماتے ہیں:

''معرکۂ احد کے دن رسول اللہ ﷺ نے مجھے سعد بن الربیع کی تلاش میں روانہ کیا اور فرمایا ''اگر سعد مل جائے تو اسے میرا سلام کہنا، اس سے کہنا کہ رسول اللہ ﷺ دریافت کر رہے ہیں تم ''کیسے ہو؟'' حضرت زید رضی اللہ عنہ نے فرمایا ''میں مقتولین میں گھومتے گھومتے ان تک پہنچا تو ان کی زندگی کے آخری سانس باقی تھے اور ان کے جسم پر تیر، تلوار اور نیزے کے ستر زخم تھے میں نے ان سے کہا ''سعد! رسول اللہ ﷺ تجھے سلام کہتے ہیں اور تمہاری کیفیت کے متعلق دریافت فرما رہے ہیں؟'' حضرت سعد رضی اللہ عنہ نے جواب دیا ''رسول اللہ ﷺ پر سلام اور تجھ پر سلام۔ آنحضرت ﷺ کی خدمت میں میری طرف سے عرض کرنا کہ میں جنت کی خوشبو پا رہا ہوں'' اور میری قوم انصار سے کہنا اگر تمہاری زندگی میں رسول اللہ ﷺ تک دشمن پہنچ گئے تو اللہ تعالیٰ کے ہاں تمہارا کوئی عذر قابل قبول نہ ہوگا'' حضرت زید رضی اللہ عنہ نے بیان کیا کہ پھر ان کی روح ان کے جسم سے پرواز کر گئی رحمہ اللہ تعالیٰ۔ [1]

اللہ اکبر! زندگی کے آخری لمحات میں اس سچے محبّ کو کس بات کی فکر دامن گیر تھی؟ انہیں کس بات کا اس وقت سب سے زیادہ اہتمام تھا؟ اس دنیا اور اس میں موجود اہل وعیال اور

---

[1] مستدرك حاكم رقم (٤٩٥٨) ،السير (٣١٩/١)

مال ومتاع سے جدا ہوتے وقت انہوں نے اپنی قوم کو جو وصیت کی؟ جس بات کی انہیں فکر تھی؟ وہ اپنے محبوب اور محبوب رب العالمین کی سلامتی کی فکر تھی۔ اور اپنی قوم کو جو انہوں نے وصیت کی وہ یہی تھی کہ ان کی قوم کا ہر فرد آنحضرت ﷺ کی سلامتی کی خاطر اپنی جان نچھاور کر دے۔

مسلمانو! سوچیے کیا ہمارا انداز فکر اور طرز عمل بھی یہی ہے؟ ہمیں کن باتوں کی فکر دامن گیر ہے؟ ہماری کیا فرمائشیں ہیں؟ کیا بہت سی فرمائشیں ایسی نہیں کہ ان کا زبان پر ذکر کرنا بھی ایک مسلمان کے لیے باعث شرم ہے؟

نواں حق :......رسول اللہ ﷺ کی عزت وتعظیم کرنا:

آپ ﷺ کے حقوق میں سے نواں حق یہ ہے کہ آپ ﷺ کی عزت وتعظیم کی جائے۔ اللہ کا ارشاد ہے:

﴿ وَتُعَزِّرُوْهُ وَتُوَقِّرُوْهُ ﴾ (الفتح:۹)

''اور اس (رسول ﷺ) کی مدد کرو اور اس کا ادب کرو۔''

تعظیم اور ادب کرنے کا معنی یہ ہے کہ آپ کے فرامین، آپ کی سنن، آپ کی ازواج مطہرات، آپ کے اصحاب اور آپ کے شہروں کی آپ علیہ الصلاۃ والسلام کے تعلق اور اللہ رب العزت کے حکم کی بناء پر تعظیم کی جائے۔ صحابہ کرام نبی اکرم ﷺ کی تعظیم کس طرح کیا کرتے تھے، چند واقعات ملاحظہ فرمائے گا۔

مغیرہ رضی اللہ عنہ کی روایت میں ہے کہ صحابہ کو حضور ﷺ کے در دولت پر دستک کی بھی ضرورت پڑا کرتی تو وہ اپنے ناخنوں کے ساتھ دروازہ کھٹکھٹایا کرتے تھے، ((كَانَ أَصْحَابُ رَسُوْلِ اللهِ ﷺ لَيَقْرَعُوْنَ بَابَهُ بِالْأَظَافِيرِ)) [1]

اتنی تعظیم! کوئی صحابی حضور ﷺ کے سامنے ایسی آواز سے نہ بولتا کہ اس کی آواز رسول اللہ ﷺ سے اونچی ہوتی، اس ادب کی تعلیم خود خدائے برتر نے دی تھی

﴿ لَا تَرْفَعُوْا اَصْوَاتَكُمْ فَوْقَ صَوْتِ النَّبِيِّ ﴾ [الحجرات : ۲]

[1] المدخل للبيهقي رقم: (٦٥٩)

''لوگو! اپنی آواز کو نبی ﷺ کی آواز سے بلند نہ کرو۔''

ائمہ علام اس حکم کو دوام کے لیے قرار دیتے ہیں۔ حدیث نبوی صوت النبی ﷺ ہے۔ حدیث پاک کے ہوتے اپنی قال وقیل کو پیش کرنا، اپنی رائے اور سمجھ کو شامل کرنا صوت النبی ﷺ پر اپنی صوت کو بلند کرنا ہے، نبی ﷺ کے ساتھ اللہ تعالیٰ نے ان لوگوں کی مدح بھی فرمائی ہے۔ جو آپ ﷺ کی تعظیم کرتے ہیں، اور ان آداب کی پابندی کرتے ہیں۔ فرمایا:

﴿ اِنَّ الَّذِيْنَ يَغُضُّوْنَ اَصْوَاتَهُمْ عِنْدَ رَسُوْلِ اللّٰهِ اُولٰٓئِكَ الَّذِيْنَ امْتَحَنَ اللّٰهُ قُلُوْبَهُمْ لِلتَّقْوٰى ﴾ (الحجرات:۳)

''جو لوگ رسول اللہ ﷺ کے سامنے اپنی آواز کو پست رکھتے ہیں یہ وہی ہیں جن کے دلوں کا امتحان خدا تعالیٰ نے تقویٰ میں لیا ہے۔''

ہجرت کے دن اللہ کے پیغمبر ﷺ اور ابوبکر رضی اللہ عنہ مدینہ میں اکٹھے داخل ہو رہے ہیں، انصار کے بیشتر افراد نے رسول اللہ ﷺ کو دیکھا نہیں تھا، کہ کچھ آنکھیں ابوبکر کو دیکھ رہی ہیں، اور کچھ رسول اللہ ﷺ کو دیکھ رہی ہیں ابوبکر رضی اللہ عنہ یہ کیفیت دیکھ کر پریشان ہو گئے، اللہ کے رسول ﷺ کی تعظیم کا تقاضا تو یہ ہے کہ آج تمام تر نگاہوں کا مرکز محمد رسول اللہ ﷺ ہوں، چنانچہ حیلہ یہ سوچا کہ اپنے سر سے چدر اتار لی، اور رسول اللہ ﷺ پر سایہ کر دیا، جس سے لوگوں کو یہ تاثر دیا کہ اللہ کے رسول یہ ہیں، اور میں تو ان کا غلام ہوں۔ [1]

اسی طرح حضرت ثمامہ بن اثال رضی اللہ عنہ کو دیکھیے، ان کے بارے میں ہے کہ جب وہ ایمان لائے، ایمان لانے کے بعد اللہ کے رسول ﷺ سے کہتے ہیں ''اب سے کچھ دیر پہلے اس پوری کائنات میں سب سے زیادہ منحوس اور سب سے زیادہ قابل نفرت آپ کا دین تھا، اب سب سے زیادہ محبوب اور پیارا آپ کا دین بن چکا ہے اب سے کچھ دیر پہلے میرے نزدیک سب سے زیادہ منحوس اور سب سے زیادہ قابل نفرت آپ کا چہرہ تھا، اور اب سب سے زیادہ

[1] مختصر سيرة الرسول (ص: ٢٩٦)

قابل محبت آپ کا چہرہ بن چکا ہے، اور اب سے کچھ دیر پہلے اس پوری کائنات میں سب سے زیادہ منحوس اور قابل نفرت آپ کا شہر تھا، اور اب سب سے زیادہ قابل محبت آپ کا شہر مدینہ منورہ بن چکا ہے۔ [1]

یہ آپ ﷺ کی تعظیم کے تقاضے ہیں کہ آپ ﷺ کی بات، سنن، امہات المؤمنین، آپ کی آل، آپ کے صحابہ اور آپ کے شہروں کی تعظیم کی جائے، یہ سب رسول اللہ ﷺ کی تعظیم میں شامل اور داخل ہیں۔ جو کہ آپ ﷺ کا حق ہے۔

دسواں حق:......رسول اللہ ﷺ پر بکثرت درود وسلام پڑھنا:

آپ ﷺ کا دسواں حق یہ ہے کہ آپ ﷺ پر کثرت سے درود وسلام پڑھا جائے، کیونکہ آپ ﷺ نے یہ دین ماریں کھا کر، سختیاں سہہ کر اور تکلیفیں جھیل کر ہم پر پیش کیا اور ہم تک پہنچایا، جو کہ رسول اللہ ﷺ کا ہم پر احسان عظیم ہے:

﴿ هَلْ جَزَآءُ الْإِحْسَانِ إِلَّا الْإِحْسَانُ ۝ ﴾ (الرحمن: ٦٠)

"نہیں ہے بدلہ احسان کا مگر احسان کے ساتھ۔"

اب اس ہمارے احسان کا مطلب یہ ہوگا کہ رسول اللہ ﷺ پر بکثرت درود وسلام بھیجا جائے، یہ درود وسلام کیا ہے؟ آپ پر رحمت کی دعائیں اور مغفرت کی دعائیں اور سلامتی کی دعائیں، فرمان باری تعالیٰ ہے:

﴿ إِنَّ اللّٰهَ وَمَلٰٓئِكَتَهٗ يُصَلُّوْنَ عَلَى النَّبِيِّ يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا صَلُّوْا عَلَيْهِ وَ سَلِّمُوْا تَسْلِيْمًا ۝ ﴾ (الأحزاب: ٥٦)

"یقیناً اللہ تعالیٰ اور اس کے فرشتے اس نبی پر رحمت بھیجتے ہیں۔ اے ایمان والو! تم (بھی) ان پر درود بھیجو اور خوب سلام (بھی) بھیجتے رہا کرو۔"

خود اللہ تعالیٰ ان پر درود بھیج رہا ہے، قرآن مجید میں اللہ تعالیٰ نے انبیاء کی تعریف و توصیف فرمائی اور ان کی عزت کرنے اور تعظیم کا حکم دیا۔ حضرت آدم علیہ السلام کو پیدا کیا، تو

---

[1] سنن النسائی رقم الحدیث (١٨٩)

فرشتوں کو حکم دیا کہ انہیں سجدہ کرو۔ ظاہر ہے کہ یہ تعظیم ایسی ہے کہ خود اللہ تعالیٰ اس میں شریک نہ تھا۔ یہ شرف اور اعزاز محض رسول اللہ ہی کو حاصل ہے کہ اوّلاً اللہ تعالیٰ ان پر درود بھیج رہا ہے اپنی مخصوص ترین رحمتیں ان پر نازل فرما رہا ہے۔اس کے فرشتے اس پر درود بھیج رہے ہیں۔تمام فرشتے مقربین حاملین عرش، ساتوں آسمانوں میں بسنے والے کراماً کاتبین سب رسول اللہ ﷺ پر درود بھیج رہے ہیں۔

اللہ تعالیٰ اس آیت میں یہ فرمار ہے ہیں کہ عالم علیا میرے حبیب پر درود وسلام سے گونج رہا ہے۔اے عالم سُفلیٰ میں بسنے والو! تم بھی ان پر پیہم درود وسلام بھیجو، تا کہ عالم علوی اور عالم سفلی بیک وقت میرے حبیب پر درود وسلام سے گونج اُٹھے۔تا کہ عرش بریں سے فرش زمین تک پیہم غلغلہ برپا ہو "صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ"

بارگاہ رسالت میں قربت کی راہ:

درود شریف بہت بڑا وظیفہ ہے، حضرت ابی بن کعب رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں۔ میں نے بارگاہ رسالت میں عرض کیا کہ میں آپ پر درود بکثرت بھیجنا چاہتا ہوں۔ میں اوقات ذکر میں کتنا وقت درود کے لیے وقف کروں؟ آپ نے فرمایا جتنا تیرا جی چاہتا ہے میں نے عرض کیا کہ وقت کا چوتھا حصہ درود کے لیے وقف کرلوں۔آپ نے فرمایا جیسے تیرا جی چاہے، اور اگر تو اس سے زیادہ وقت صرف کرے تو وہ تیرے لیے بہتر ہے۔میں نے عرض کیا، اگر آدھا وقت درود پڑھتا رہوں؟ آپ نے فرمایا:

((مَاشِئْتَ فَإِنْ زِدْتَ فَهُوَ خَيْرٌ لَكَ.))

''اور اگر تو زیادہ پڑھے تو تیرے حق میں بہتر ہے۔''

میں نے کہا دو تہائی پڑھوں؟ آپ نے فرمایا جیسے تیرا جی چاہتا ہے، اور اگر تو اس سے بھی زیادہ پڑھے تو تیرے لیے اور بھی بہتر ہو، حضرت ابی نے عرض کیا پھر تو میں سارا وقت آپ پر

درود ہی کا وظیفہ پڑھا کروں گا۔آپ نے فرمایا: پھر تو تیرے سب غم (دین ودنیا) چھٹ جائیں گے اور تیرے سب گناہ مٹ جائیں گے۔ [1]

ہر وقت درود زبان پر جاری رہنا چاہیے اور اس کے انوار میں ڈوبے رہنا چاہیے۔ بالخصوص جمعہ کے روز تو درود وسلام میں ڈوب جانا چاہیے۔

اوس بن اوس رضی اللہ عنہ کی روایت ہے کہ نبی ﷺ نے فرمایا:

((مِنْ اَفْضَلِ اَيَّامِكُمْ يَوْمُ الْجُمُعَةِ فِيْهِ خَلَقَ اللّٰهُ آدَمَ وَفِيْهِ قُبِضَ وَفِيْهِ النَّفْخَةُ وَفِيْهِ الصَّعْقَةُ فَأَكْثِرُوْا عَلَيَّ مِنَ الصَّلٰوةِ فِيْهَ فَإِنَّ صَلٰوتَكُمْ مَعْرُوْضَةٌ عَلَيَّ فَقَالُوْا يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ! وَكَيْفَ تُعْرِضُ عَلَيْكُمْ صَلَاتُنَا وَقَدْ ارَمْتَ يَعْنِي وَقَدْبَلِيْتَ ؟قَالَ: إِنَّ اللّٰهَ عَزَّوَجَلَّ حَرَّمَ عَلَى الْأَرْضِ أَنْ تَاكُلَ اَجْسَادَ الْأَنْبِيَاءِ.)) [2]

''تم جو دن بسر کرتے ہو ان میں سے سب سے افضل جمعہ کا دن ہے اسی دن آدم کو اللہ نے پیدا کیا، اسی دن اُن کی روح قبض کی گئی، اسی دن صور پھونکا جائے گا۔ اسی دن سب پر بے ہوشی طاری ہوگی۔تم اُس دن مجھ پر درود بہت پڑھا کرو۔ واقعی تمہارا درود میرے سامنے پیش کیا جاتا ہے۔ لوگوں نے عرض کیا کہ جب آپ ﷺ مٹی ہو جائیں گے تو ہمارا درود کیونکہ آپ کے سامنے پیش ہو سکے گا؟ فرمایا: اللہ تعالیٰ نے زمین پر حرام کر دیا ہے کہ وہ انبیاء کے جسموں کو کھا سکے۔''

اسی طرح حضرت ابوالدرداء رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا:

((اَكْثِرُوْا عَلَيَّ الصَّلٰوةَ يَوْمَ الْجُمُعَةِ .)) [3]

''جمعہ کے روز مجھ پر درود کثرت سے پڑھا کرو۔

حضرت ابوہریرۃ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

---

[1] الترمذی رقم: (٢٤٥٧) [2] مسند احمد ,رقم: (١٦١٦٢)
[3] الکامل (١٠٣٩/٣)

((مَنْ صَلَّى عَلَيَّ وَاحِدَةً صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ عَشْراً.)) [1]

''جو شخص مجھ پر ایک بار درود بھیجے گا اللہ تعالیٰ اس پر دس رحمتیں نازل فرمائے گا۔''

پس زبانوں کو حرکت میں لاؤ، اور بارگاہ رسالت میں درود و سلام مسلسل اور پیہم بھیجو۔ اللہ نے تو کچھ فرشتوں کو اسی کام کے لیے وقف کر رکھا ہے کہ اس کائنات میں جو کوئی ان کے حبیب پر درود بھیجے وہ فرشتے درود کے تحفے بارگاہ رسالت میں پیش کرتے رہیں۔ جیسا کہ سنن نسائی میں ہے حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

((إِنَّ لِلّٰهِ مَلَائِكَةً سَيَّاحِيْنَ يُبَلِّغُوْنِيْ عَنْ أُمَّتِي السَّلَامَ.)) [2]

''اللہ کے کچھ فرشتے ہیں جو پھرتے رہتے ہیں۔ سیاحت کرتے ہیں اور میری اُمت کی طرف سے صلوۃ و سلام کے تحفے مجھے پہنچاتے رہتے ہیں۔''

پس اس بات کو پلے باندھیے کہ بارگاہِ رسالت میں قرب حاصل کرنے کے لیے کثرتِ درود اکسیر اعظم ہے۔ کبریتِ احمر ہے۔ آپ نے فرمایا:

((إِنَّ أَوْلَى النَّاسِ بِيْ يَوْمَ الْقِيَامَةِ أَكْثَرُكُمْ عَلَيَّ صَلَاةً.)) [3]

''قیامت کے دن میرے سب سے زیادہ قریب وہ ہوگا جو مجھ پر سب سے زیادہ درود پڑھے۔''

یاد رہے کہ درود میں فنا ہونے والوں کو اس دنیا میں بھی قرب بارگاہِ رسالت حاصل ہوتا ہے، عالمِ برزخ میں اور روز محشر میں بھی، وہی لوگ مقربین بارگاہ رسالت ہوں گے۔

درود نہ پڑھنے پر وعید:

حضرت کعب عجرہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

((أُحْضُرُوا الْمِنْبَرَ فَحَضَرْنَا فَلَمَّا ارْتَقَى دَرَجَةً قَالَ آمِيْن! فَلَمَّا

---

[1] صحیح مسلم رقم: (٩١٢)   [2] سنن نسائی رقم: (١٢٨٣)

[3] سنن ترمذی رقم: (٤٨٤)

ارْتَقَى ا لدَّرَجَةَ الثَّانِيَةَ فَقَالَ آمِيْن افَلَمَّا ارْتَقَى الدَّرَجَةَ الثَّالِثَةَ فَقَالَ آمِيْن۔ فَلَمَّا نَزَلَ قُلْنَا يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ لَقَدْ سَمِعْنَا مِنْكَ الْيَوْمَ شَيْئًا مَا كُنَّا نَسْمَعُهُ قَالَ: إِنَّ جِبْرِيْلَ: لَقَدْ عَرَضَ لِي فَقَالَ بُعْدًا لِمَنْ أَدْرَكَ رَمَضَانَ فَلَمْ يُغْفَرْ لَهُ قُلْتُ آمِيْن فَلَمَّا رَقِيْتُ الثَّانِيَةَ قَالَ بُعْداً لِمَنْ ذُكِرْتَ عِنْدَه فَلَمْ يُصَلِّ عَلَيْكَ قُلْتُ آمِيْن فَلَمَّا رَقِيْتُ الثَّالِثَةَ قَالَ بُعْدًا لِمَنْ أَدْرَكَ أَبَوَيْهِ الْكِبَرَ عِنْدَهُ أَوْ أَحَدَهُمَا فَلَمْ يُدْخِلَاهُ الْجَنَّةَ قُلْتُ آمِيْن.)) [1]

''منبر کے پاس آجاؤ تو ہم لوگ پاس آگئے۔ جب حضور نے منبر کے پہلے زینے پر قدم رکھا تو فرمایا آمین۔ جب دوسرے پر قدم رکھا تو فرمایا آمین۔ جب تیسرے پر قدم رکھا تو پھر فرمایا آمین۔ جب آپ خطبہ سے فارغ ہو کر نیچے اترے تو ہم نے عرض کیا کہ ہم نے آج آپ سے منبر پر چڑھتے ہوئے ایسی بات سنی جو پہلے کبھی نہیں سنی تھی۔ آپ نے فرمایا کہ اس وقت جبریل میرے سامنے آئے تھے انہوں کہا کہ رحمت سے دور ہو وہ شخص جس نے رمضان کا مہینہ پایا اور اس کی مغفرت نہ ہوئی، میں نے کہا یا اللہ قبول کر۔ جب دوسرے زینے پر میں نے قدم رکھا تو جبریل نے کہا رحمت سے دور ہو وہ شخص جس کے سامنے آپ کا ذکر کیا جائے اور وہ آپ پر درود بھیجنے کی بھی زحمت گوارا نہ کرے میں نے کہا یا اللہ قبول کر۔ جب میں نے تیسرے زینے پر قدم رکھا تو انہوں نے کہا رحمت سے دور ہو وہ شخص جس کے سامنے اس کے والدین یا ان میں سے کوئی ایک بڑھاپے کو پہنچے اور وہ اس کو جنت میں داخل نہ کرائیں۔ میں نے کہا یا اللہ قبول کر۔''

آپ غور کیجیے کہ حضرت جبریل علیہ السلام ایسا مقرب بارگاہ الٰہی فرشتہ جس کے لیے بدعا

[1] مستدرك الحاكم رقم (۷۳۳۸)، مسلم، رقم: (۲۵۵۱)

کرے اور سرورِ کونین ﷺ جس کے لیے بددعا پر آمین کہیں اس سے زیادہ سخت بددعا اور کونسی ہو سکتی ہے؟

پس حضور علیہ الصلاۃ والسلام کا نام لکھتے وقت اور بولتے وقت صلوٰۃ وسلام کا التزام کرنا چاہیے گو عبارت لکھتے ہوئے یا دوران گفتگو بیسیوں بار آپ کا اسم گرامی آئے۔ ہر بار اِک نئے ذوق وشوق کے ساتھ اور اِک نئے ولولے کے ساتھ درود بھیجنا چاہیے۔ وہ جنہوں نے اپنی پوری زندگی ہمیں سنوارنے کے لیے کھپا دی۔ حیف ہے ہم پر کہ ہم ان کے اسم گرامی پر ہونٹوں کو جنبش دینے میں بھی بخل کریں۔ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

((اَلْبَخِيلُ الَّذِیْ مَنْ ذُكِرْتُ عِنْدَهُ فَلَمْ يُصَلِّ عَلَيَّ.)) [1]

''بخیل ہے وہ شخص جس کے سامنے میرا ذکر کیا جائے اور وہ مجھ پر درود نہ بھیجے۔''

ایک روایت میں تو آپ ﷺ نے اسے بخیل ترین انسان قرار دیا جو آپ کے اسم گرامی کو سن کر درود نہیں بھیجتا ہے۔ ابوذر کہتے ہیں کہ حضور علیہ الصلوۃ والسلام نے فرمایا:

((أَلَا أُخْبِرُكَ بِأَبْخَلِ النَّاسِ.))

''میں تمہیں نہ بتاؤں کہ بخیل ترین انسان کون ہے؟''

صحابہ رضی اللہ عنہم نے کہا کیوں نہیں یا رسول اللہ ﷺ؟ آپ نے فرمایا:

((مَنْ ذُكِرْتُ عِنْدَهُ فَلَمْ يُصَلِّ عَلَيَّ فَذَاكَ أَبْخَلُ النَّاسِ.)) [2]

''جس کے سامنے میرا ذکر کیا جائے اور وہ مجھ پر درود نہ بھیجے تو وہ بخیل ترین انسان ہے۔''

اور جس شخص کو رحمۃ للعالمین ﷺ بخیل ترین انسان فرمائیں تو اس کی بدبختی میں شک وشبہ کی کیا گنجائش رہ جاتی ہے؟

---

[1] الترمذی رقم: (٣٥٤٦)

[2] کتاب الصلاۃ لابن أبی عاصم رقم (٢٩) جلاء الافهام للامام ابن القیم رقم (٩٦)

حضرات! احادیث میں درود کی بڑی فضیلت وارد ہے، بہر حال یہ دس حقوق ہیں جن کا قرآن وحدیث میں ذکر ہے، صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین نے انہی حقوق کی بنیاد پر رسول اللہ ﷺ کے ساتھ تعلق قائم کیا۔

آخری گزارش:

اب رسول اللہ ﷺ کی ایک پیش گوئی سن لیجیے آپ ﷺ کا فرمان ہے:

((وَإِنَّ أُمَّتَكُمْ هٰذِه جُعِلَ عَافِيَتُهَا فِي أَوَّلِهَا.)) [1]

"یقیناً اس امت کی سعادت پہلی جماعت میں ہے۔"

جو کہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی جماعت ہے جنہوں نے ان حقوق کی بنیاد پر رسول اللہ ﷺ کے ساتھ تعلق جوڑا۔ فرمایا:

((سَيُصِيبُ آخِرَهَا بَلَاءٌ وَأُمُورٌ تُنكِرُونَهَا))

"اس امت کے بعد والے ادوار میں ایسے ایسے امور ہوں گے جنہیں لوگ دین سمجھ کر کریں گے لیکن (اے صحابہ رضی اللہ عنہم) تم ان کا انکار کرو گے۔" کہ یہ چیزیں دین نہیں ہیں۔

آج کے یہ میلاد اور محافل قطعی اُس دور سے ثابت نہیں لہٰذا ہمیں ایسے حالات میں قرآن وسنت کو تھامنا چاہیے اور معلوم کرنا چاہیے یہ دن کیا ہے؟ اور رسول اللہ ﷺ کے حقوق کیا ہیں۔ وہ آپ کے سامنے بیان کر دیئے گئے ہیں، اللہ تعالیٰ حق سمجھنے اور عمل کرنے کی توفیق عطا فرمائے۔

وآخر دعوانا أن الحمد لله رب العالمين

---

[1] مسلم رقم: (٤٧٧٦)

ہماری دیگر مطبوعات

















